قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ. (اَلْحَدِيث)

جدید اضافوں کے ساتھ تصحیح و تہذیب شدہ ایڈیشن

الدُّرُّ الثَّمِین

فی اثباتِ عقدِ التسابیح والاوراد بالیمین

تسبیحات صرف دائیں ہاتھ پر پڑھنا مسنون ہے

زیرِ سرپرستی

استاذ الاساتذہ والدِ گرامی قدر

حضرت اقدس الحاج مولانا نعیم احمد صاحب مظاہری دامت برکاتہم

استاذ حدیث مظاہر علوم سہارنپور

تالیفِ لطیف

محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سہارنپوری

معتمد جامعہ عربیہ حسن العلوم بڈھاکھیڑہ کاملہ

ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

شائع کردہ

دار المطالعہ

نعیمیہ لائبریری بڈھاکھیڑہ کاملہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

جدید اضافوں کے ساتھ تصحیح شدہ ایڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (الحدیث)

الدُّرُّ الثَّمِين

فِي إِثْبَاتِ عَقْدِ التَّسَابِيحِ وَالْأَوْرَادِ بِالْيَمِين

تسبیحات اوراوراد و وظائف صرف دائیں ہاتھ پر پڑھنا (شمار کرنا) مسنون ہے۔

تالیف
محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی
معتمد: جامعہ عربیہ احسن العلوم بڈھاکھیڑہ کاتلہ ضلع سہانپور یوپی انڈیا

شائع کردہ
دار المطالعہ
نعیمیہ لائبریری، بڈھاکھیڑہ، کاتلہ ضلع سہانپور، یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ　اللہ　اللہ

☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ

☆تفصیلات☆

﴿جملہ حقوقِ ملکیت بحق ''دارالمطالعة'' محفوظ ہیں۔﴾

کتاب کا نام: **الدرالثمین**

فی اثبات عقد التسابیح والأوراد بالیمین

بہ قلم: محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

اضافہ: مولوی غلام رسول قاسمی علی گڈھی

اشاعتِ اول: جمادی الاولیٰ: ۱۴۴۰ھ☆جنوری: ۲۰۱۹ء

اشاعتِ دوم: رجب المرجب: ۱۴۴۳ھ☆فروری: ۲۰۲۲ء

ناشر: **دارالمطالعة**: نعیمیہ لائبریری، بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا
8279366417

بہ اہتمام: بھائی محمد فاروق (ممبرا) ڈاکٹر ابوعبیدہ خاں (بھیونڈی) ودیگر احسنی احبابِ ہند

﴿**ضروری درخواست**﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، بشری طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح، حوالہ جات وغیرہ میں بھرپور احتیاط برتی گئی ہے، پھر بھی بہ تقاضائے بشریت اگر کوئی فروگذاشت اور غلطی نظر آئے، تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی اور ہم نشاندہی کے لیے بے حد شکر گزار ہوں گے۔

عرض گزار: خدام دارُالمطالعة
9897243116,7417677301

المحتويات

دُعائیہ کلمات	۵	دلیل: (۳)(۴)	۳۵
کلماتِ عالیہ	۶	دلیل: (۵)	۳۷
تمہید	۱۰	دلیل: (۶)	۳۷
مُقدّمہ، سنتِ نبوی ﷺ کا اتباع اور اس کی فضیلت واہمیت	۱۴	دلیل: (۷)	۳۸
اتباع کس کو کہتے ہیں؟	۱۵	دلیل: (۸)	۳۹
سنت کسے کہتے ہیں؟	۱۶	دلیل: (۹)	۴۰
اتباعِ سنت قرآن مجید کی نظر میں	۱۷	دلیل: (۱۰)	۴۱
اتباعِ سنت احادیث طیبہ کی روشنی میں	۱۸	دلیل: (۱۱)(۱۲)	۴۲
اتباعِ سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ	۱۹	دلیل: (۱۳)	۴۳
اتباعِ سنت اور اسلافِ اُمت	۲۰	دلیل: (۱۴)	۴۵
دورِ حاضر میں اتباعِ سنت کا فقدان اور اثرات	۲۲	دلیل: (۱۵)	۴۵
ہم متبع سنت کیسے بن سکتے ہیں؟	۲۴	دلیل: (۱۶)(۱۷)(۱۸)	۴۶
خلاصۂ کلام	۲۴	دلیل: (۱۹)	۴۷
تسبیحات اور اوراد و وظائف صرف دائیں ہاتھ پر شمار کرنا مسنون ہے	۲۶	دلیل: (۲۰)	۴۹
		دلیل: (۲۱)(۲۲)	۵۰
دو اہم باتوں کی وضاحت	۲۷	دلیل: (۲۳)(۲۴)(۲۵)	۵۱
حضراتِ صحابہؓ اور سلفِ صالحین کے حق پر جمنے کی چند مثالیں	۳۰	دلیل: (۲۶)	۵۲
تسبیحات؛ دائیں ہاتھ پر ہی شمار کرنے کے دلائل	۳۳	دلیل: (۲۷)(۲۸)	۵۳
دلیل: (۱)	۳۳	دلیل: (۲۹)(۳۰)	۵۴
دلیل: (۲)	۳۴	دلیل: (۳۱)(۳۲)	۵۵
صرف دائیں ہاتھ پر مشہور تسبیحات کیسے پڑھیں؟	۳۵	دلیل: (۳۳)(۳۴)	۵۷

دلیل: (۳۵)(۳۶)(۳۷)	۵۸
دلیل: (۳۸)(۳۹)(۴۰)(۴۱)(۴۲)	۵۹
دلیل: (۴۳)(۴۴)(۴۵)	۶۰
دلیل: (۴۶)	۶۱
دلیل: (۴۷)	۶۲
دلیل: (۴۸)	۶۵
دلیل: (۴۹)	۶۶
دلیل: (۵۰)	۶۷
دلیل: (۵۱)	۷۴
دلیل: (۵۲)	۷۶
دلیل: (۵۳)	۷۷
تسبیحات دونوں ہاتھوں پر شمار کرنے والوں سے ایک درخواست	۸۵
ایک حیرت انگیز بات	۸۷
ایک اور المیہ	۸۸
بے جا اور اندھی تقلید	۸۹
بے موقع و بے جا اکابر و آباء پرستی	۹۱
تعصب اور تصلب میں فرق	۹۲
ہم غیر اختیاری اُمور کی خاطر اختیاری اُمور کو چھوڑ دیتے ہیں	۹۳
نفس جواز کا سہارا	۹۳
ایک کشمکش کا حل	۹۴
ایک شیطانی دھوکہ	۹۷
استخفافِ سنت کا عظیم وبال	۹۸
دلیل: (۵۴)(۵۵)(۵۶)	۱۰۲
دلیل: (۵۷)(۵۸)(۵۹)(۶۰)	۱۰۳
دلیل: (۶۱)(۶۲)(۶۳)	۱۰۴
دلیل: (۶۴)	۱۰۵
دلیل: (۶۵)(۶۶)(۶۷)(۶۸)(۶۹)	۱۰۶
دلیل: (۷۰)(۷۱)	۱۰۷
دلیل: (۷۲)	۱۰۸
دلیل: (۷۳)	۱۰۹
دلیل: (۷۴)	۱۰۹
تسبیحات؛ دائیں ہاتھ پر شمار کرنا مسنون ہے، اس تعلق سے چند اہم فتاویٰ جات	۱۱۰
دارالافتاء دارالعلوم / دیوبند	۱۱
دارالافتاء مظاہر علوم وقف / سہارنپور کے دو قدیم فتاویٰ	۱۱۲
دارالافتاء مظاہر علوم وقف / سہارنپور کا ایک جدید فتویٰ	۱۱۴
دارالافتاء جامعہ اسلامیہ / ریڑھی تاجپورہ	۱۲۲
دارالافتاء جامعہ کنز العلوم / الہ آباد	۱۲۴
دارالافتاء جامعہ عربیہ حسین العلوم گلشن اقبال، کراچی	۱۲۵
☆.....☆.....☆	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُعائیہ کلمات

اُستاذ الاساتذہ، ابوالحفاظ والعلما، جامع العلوم والحکم

حضرت اقدس الحاج مولانا **نعیم احمد** صاحب مظاہری، مدظلہ العالی

مؤقر اُستاذِ علوم وفنون: مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین، امابعد!

دو جہاں کی کامیابی گر تجھے درکار ہے　　ان کا دامن تھام لے جن کا محمد نام ہے

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے مقدس کلام میں اعمال کی قبولیت کے لئے حضرت رسول اللہ ﷺ کو عملی نمونہ فرمایا ہے، اس لیے تمام نیک اعمال میں آپ ﷺ کا اتباع مطلوب ومحمود ہے۔ اذکار وتسبیحات میں بھی دائیں ہاتھ کا استعمال مسنون قرار دیا گیا۔ چونکہ اس سلسلہ میں ہماری طرف سے بڑی غفلت تھی اس کو دور کرنے کے لئے عزیزم مولوی محمد سلمان سلمہ نے احادیث وفتاویٰ جمع کر کے ہم کو بیدار کیا ہے، اس میں بڑا تعاون بھائی محمد فاروق بمبئی والوں کا رہا ہے جو دینی مسائل میں خاصا ذوق رکھتے ہیں اور مجھ گنہگار اور میرے بچوں پر بڑی شفقت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ عنایت فرمائے اور پوری اُمت کو اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین

نعیم احمد مظاہری عفا اللہ عنہ

۲۴/رجب ۱۴۴۳ھ، ۲۶/فروری ۲۰۲۲ء

تقریظ

رفیق محترم، ذوالمجد والکرم، مجموعۂ صلاحیت وصالحیت

جناب حضرت مولانا محمد ہمایوں مغل صاحب احسنی، مدظلہ العالی

نائب مدیر ماہنامہ ''الاحسن'': جامعہ عربیہ احسن العلوم، گلشن اقبال، کراچی

الحمد للّٰہ وکفی، والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ، فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ، وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ، وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ، وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ، وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ،لاَ مَقْطُوْعَةٍ وَّلاَ مَمْنُوْعَةٍ ، وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ، إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً ، فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَاراً ، عُرُباً أَتْرَاباً ، لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ،ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾.

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب بھی تم کھاؤ یا پیو تو دائیں ہاتھ کا استعمال کرو۔

بلاشبہ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اسلام میں دائیں ہاتھ یا دائیں جانب کو ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

سورۂ واقعہ میں جہاں اصحاب الیمین کا تذکرہ ہوا ہے تو وہاں اُن کے لیے بیش بہا انعامات کی ایک طویل فہرست بھی ذکر کی گئی ہے اور بائیں والوں کے لیے سزائیں ذکر کی گئی ہیں۔

بہرحال میرے شیخ ومحسن علوم وفنون کا مرجع ومنبع کامل واکمل ولی شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان نوراللہ مرقدہ وکثر اللہ امثالہم واتباعہم فی العالم کا اس سلسلے میں ایک پختہ موقف تھا کہ ہم جو تسبیحات انگلیوں پر پڑھتے ہیں وہ صرف اور صرف دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پڑھنی چاہئے۔

سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ تسبیحات دائیں ہاتھ سے پڑھتے تھے، وہاں ابن قدامہ کی اضافت موجود ہے کہ **"ای بیمینه"** یعنی دائیں ہاتھ سے۔

اس سلسلے میں ہمارے کچھ دوست جو کہ تحقیق ومطالعہ سے تقریباً فارغ ہی ہیں اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اضافت ہے، واضح رہے کہ متعدد مقامات پر محدثین وفقہا نے یہ تصریحات فرمائی ہیں کہ اگر ثقہ راوی کی جانب سے اضافت ہو تو وہ مقبول ہوتی ہے اس کے بے شمار حوالہ جات ہیں فی الحال ایک ملاحظہ فرمائیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"والزیادة مقبولة والمفسر یقضی علی المبهم اذا رواه اهل الثبت ..."**۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۰۱)

یعنی حدیث میں زیادۃ اگر کوئی ثقہ راوی کرے تو وہ قابل قبول ہوتی ہے اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کے اوپر کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں رہا ہے وہ ایک ثقہ راوی ہے۔

پھر اس کی مکمل تفصیل اور اس حدیث کی جامع تشریح امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''الادب المفرد ص ۹۲۲'' پر ملاحظہ فرمائیں، ان شاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

(الادب المفرد، تحقیق محمد الیاس البارہ بنکوی، دار ابن کثیر، بیروت)

پھر یہاں مسئلہ ماننا یا نہ ماننے کی بات نہیں ہے بات صحیح وغلط کی ہے جو لوگ اس میں ضد وعناد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی دونوں ہاتھ اللہ نے بنائے ہوئے ہیں اس لئے

دونوں کا استعمال جائز ہے کیا یہ لوگ شریعت کو بھی سبق سکھانا چاہتے ہیں؟ ان کی خدمت میں چند سوالات پیش ہیں۔

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں کے بجائے بائیں پیر کو پہلے کیوں نہیں داخل کرتے، دونوں ہی اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔

(۲) استنجا میں بائیں کی جگہ دائیں ہاتھ کا استعمال کرنے میں کیا مضائقہ ہے اور کھانا بائیں سے کھالیا جائے اس کا بھی حق ہے۔

(۳) مصافحہ دائیں کے بجائے بائیں ہاتھ سے کیوں نہیں کیا جاتا، دونوں ہی ہاتھ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔

(۴) نیت باندھتے وقت بایاں ہاتھ دائیں کے اوپر کیوں نہیں رکھ لیتے دونوں ہی ہاتھ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔

تو میرے عزیزو! مسئلہ یہاں تسبیحات کا نہیں کہ وہ دائیں سے پڑھیں یا بائیں سے پڑھی جائیں، مسئلہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے ہر کام میں، ہر موقع پر اور ہر مسئلہ میں دائیں کو فوقیت دی ہے اور اسے مقدم رکھا ہے تو پھر اتنے اہم مسئلہ میں دائیں اور بائیں ہاتھ کا فرق کیوں نہ کیا جائے، کیا یہاں شریعت کی کوئی راہنمائی موجود نہیں؟

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی　　تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

یہاں بخاری شریف کی وہ حدیث بھی ذکر کرنا ضروری ہے جس میں ہے کہ ایک مجلس میں جناب نبی کریم ﷺ کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے اور دائیں جانب ایک عام سا بدو بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پانی پینے کے بعد بچا ہوا پانی حضرت

ابوبکر صدیق کو دینا چاہا اور اس اعرابی سے پوچھا کہ آپ دائیں جانب بیٹھے ہیں حق آپ کا ہے لیکن میں ابوبکر کو دینا چاہتا ہوں تو اس نے وہ تاریخی کلمات کہے کہ **"لا واللّٰہ لا اثرن بنصیبی منک احد"** میں آپ کے بچے ہوئے کو کسی کو نہیں دے سکتا۔ تو آپ ﷺ نے نہ چاہتے ہوئے وہ بچا ہوا پانی اسے دے دیا **"فتلہ فی یدہ"** (یہ لے پکڑ)۔ (بخاری شریف ج ا ص ۳۵۵)

کیا پیغمبر اسلام ﷺ کا دائیں جانب کی حفاظت کرنے کا اتنا بڑا نمونہ ہمارے لئے کافی وشافی نہیں ہے؟ کیا آپ ﷺ اپنے اس عمل سے ایک بہت بڑا سبق امت کے لئے نہیں چھوڑ گئے؟

ہر کرم آپ کی ایجاد رسولِ عربی　　آپ ہر علم کے استاد رسولِ عربی

ہمارے محسن مولانا محمد سلمان صاحب دام اقبالہ نے اس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہوئے اُن تمام جہتوں کا احاطہ کیا ہے جن سے دائیں ہاتھ سے تسبیحات پڑھنے کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

کتاب **"الدر الثمین فی اثبات عقد التسابیح والاوراد بالیمین"** بہترین کتاب ہے جس میں حوالوں کی بھرمار ہے، عقل سلیم اور ہموار طبیعت کا مالک اس سے بآسانی فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ ورنہ جن لوگوں کی عادت کجی ڈھونڈنا اور ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی بات پر قائم رہنا ہو اُن کے لئے تو قرآن کریم کی آیات بھی کافی نہیں ہوتی۔ اللہ رب العزت محفوظ فرمائے۔

بہرحال! کیا میں اور کیا میرا مضمون اور تقریظ یہ حق حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا لیکن اُن کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے یہ چند حروفِ بے محابہ حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ کے اصرار اور اپنے عزیز دوست محمد فاروق صاحب (بمبئی) کے کہنے پر لکھ دیئے۔ اللہ رب العزت شرفِ قبولیت نصیب فرمائے۔　　گر قبول افتد زہے عز وشرف

☆.....☆.....☆

بسم الله الرحمن الرحيم

تمهيد

الحمد لله القديم الأبدي ، الدائم السرمدي ، العزيز العلي ، الجبار القوى ، العادل الوفي ، القدير الغني ، الموضح سبيل الهدى الجلي ، الآمر بالفعل المرضي ، المحذِّر من الشيطان الغوي ، المطلع على السر الخفي ، مصرف النهار بين الغداة والعشي ، والصَّلوةُ والسَّلامُ على سيِّد الأنبياء و المرسلين محمَّد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين ، أمَّابعدُ:

قرآن وحدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا عمل خواہ ایمانیات کے قبیل سے ہو یا عبادات کے، معاملات کے قبیل سے ہو یا معاشرت کے قبیل سے، اخلاقیات کے قبیل سے ہو یا شریعت، طریقت اور سیاست کے قبیل سے، اس میں شریعت مطہرہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اطاعت و پیروی ضروری ہے، کوئی بھی عمل اس وقت تک شریعت کے میزان میں نیک وصالح اور عنداللہ مقبول وباعثِ حصولِ ثواب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مبارک اُسوۂ حسنہ اور سنت کے مطابق وموافق نہ ہوجائے۔ اعمالِ خیر میں سے ایک نہایت مبارک اور نیک عمل منصوص ومشروع اور مسنون وماثور تسبیحات اور اوراد ووظائف کا پڑھنا بھی ہے، اس کا طور و طریقہ کیا ہو؟ شریعت وسنت نے اس تعلق سے کیا راہنمائی کی ہے؟ اس کا جاننا، سمجھنا اور پھر عمل کرتے ہوئے اس میں بھی اتباعِ رسول ﷺ کا اہتمام ضروری امر ہے۔ عارف باللہ شیخ

مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ 'بوستاں' (ص:۴) میں کہتے ہیں:

خلافِ پیمبر کسے رَہ گزید ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

ترجمہ: پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جو بھی راستہ اپنائے گا، وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچ پائے گا۔ اے سعدی! یہ خیال نہ کر کہ ہدایت ونجات کا راستہ، محمد مصطفیٰ ﷺ کے نشانِ قدم کے خلاف بھی چلا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی دینی، ایمانی، عرفانی، علمی، عملی اور اصلاحی وتربیتی تنزلی وانحطاط شاید کسی دردِ دل رکھنے والے پر مخفی ہو، کم یا زیادہ؛ لیکن تقریباً ہر شعبہ میں مدلل ومبرہن اور معقول انداز میں اصلاح واطلاع وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اگرچہ الحمدللہ! ثم الحمدللہ! اس انحطاط کو دور، دفع یا کم کرنے کی صدہا کوششیں متعدد زاویے سے مدارس ومساجد، خانقاہ ومراکز اسلامیہ، مختلف ملی وقومی تنظیموں، دعوتی واصلاحی جماعتوں، جمعیتوں اور انجمنوں کے تحت جاری وساری ہیں، متفرق میادین میں متعدد ادارے وافراد کارفرما ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی محنت وکاوش کو مثمر خیر ونتیجہ خیز بنائے۔ آمین

اس بے بضاعت وخام علم حقیر وفقیر کی بھی حتی الوسع والمقدور ہلکی پھلکی کوشش رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح، کسی بھی درجہ میں ہو غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اس لیے علماء کی اطلاع اور عوام کی اصلاح کی خاطر کبھی تقریراً تو کبھی تحریراً توجہ دلائی جاتی رہتی ہے، تاکہ ہم لوگ موت سے پہلے پہلے ایمان واعمال میں در آجانے والی غلطیوں اور کمزوریوں پر مطلع ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ اور اس بہانے دعوت الی الخیر کی اہم ذمہ داری بھی ادا ہوتی

رہے، ساتھ ہی ساتھ اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث پاک: **بلغوا عنی ولو آیة.** (الحدیث) کی تعمیل وتمثیل بھی ہوتی رہے۔ اُس کریم داتا کی رحمتِ بیکراں سے کیا بعید ہے کہ یہ ادنیٰ سی کوشش ہی ہماری ہدایتِ تامہ کا ذریعہ اور نجات کا وسیلہ بن جائے۔

مولیٰ! جو طلب میں نے کیا تو نے عنایت سے دیا

تیرے قربان، میرے ناز اُٹھانے والے!

پیش نظر رسالہ "**الدر الثمین**" نبی اکرم ﷺ کی ایک متروک ومظلوم اور غیر معمول بہا سنت کی تائید وحمایت اور ترویج واشاعت میں لکھا گیا ہے، اور وہ سنت یہ ہے جس کا خلاصہ وفیصلہ کن نچوڑ بہ اتفاقِ فقہاء ومحدثین یہ ہے کہ تسبیحات واوراد ووظائف اگر ہاتھ پر شمار کیے جائیں تو اس کے لیے صرف داہنے ہاتھ کا استعمال کیا جائے، بائیں ہاتھ کا استعمال خلافِ سنت، خلافِ فقہ اور خلافِ شعورِ مسلم ہے۔ اس لیے کہ امام الانبیاء ﷺ سے بہ طریق صحیح ثابت وسنت یہی ہے کہ آپ ﷺ تسبیحات صرف دائیں ہاتھ پر شمار کرتے (پڑھتے) تھے۔

رسالۂ ہذا اس سے قبل بھی شائع ہو کر قبول خواص وعوام حاصل کر چکا ہے، الحمدللہ! یہ اس کا جدید اضافہ شدہ ایڈیشن ہے، جو احقر کے قلم سے اس بار جدید اضافوں، بہت سی اہم باتوں اور اشکالات کے جوابات کے اضافہ کے ساتھ ساتھ عزیز القدر جناب مولوی غلام رسول قاسمی علی گڑھی زید فضلہٗ کی طرف سے اضافہ کردہ مزید حوالوں پر بھی مشتمل ہے۔ جو انہوں نے بڑی محنت وجانفشانی کے بعد اُمہاتِ کتب سے استفادہ کر کے شامل کیے ہیں۔ جو رسالۂ ہذا میں **اضافہ** کے عنوان سے دلیل: ۵۴ تا ۷۴ ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے محسنین کرام اور رفقاء عظام بالخصوص عزیز دوست سالارِ

احباب جناب بھائی محمد فاروق صاحب احسنی مدظلہٗ (مقیم: ممبرا، تھانہ، نزد بمبئی)، کرم فرما رفیق محترم جناب ڈاکٹر ابوعبیدہ خان صاحب احسنی زید مجدہٗ (مقیم: بھیونڈی، بمبئی) و دیگر احسنی احبابِ ہند وغیرہ کا شکریہ نہ ادا کیا جائے کہ جن حضرات کی مستقل پشت پناہی، ہمت افزائی، حوصلہ بڑھائی اور دامے، درمے، سخنے تعاون کے طفیل یہ احسنی سوغات مسلمانوں کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ **فجزاهم الله عنا وعن هذاالدين أحسن الجزاء.**

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی خدمت کو بھی شرفِ قبول سے نواز کر اپنے بندوں کو اس سے منتفع فرمائے، اور ہمیں خلوص وللّٰہیت کے ساتھ قرآن وسنت اور دین وعلم کی اشاعت وترویج کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

بقلم

أحقر العباد وأصغرهم

محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی

یکے از خدام: جامعہ عربیہ احسن العلوم بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، الہند

۱۰ر رجب المرجب ۱۴۴۲ھ، ۲۳ر فروری ۲۰۲۱ء، بہ روز سہ شنبہ

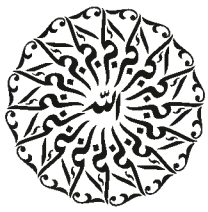

مقدمہ

سنتِ نبوی ﷺ کا اتباع
اور
اس کی ضرورت واہمیت

بہ قلم: محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سہارنپوری

سنتِ نبوی ﷺ دین کا ایک اہم حصہ اور مہتم بالشان جزو لاینفک ہے، امام دار الہجرۃ مالک ابن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں: **"ان السنة مثل سفينة نوح، من ركبها نجى، ومن تخلف عنها غرق"**. (مجموع الفتاوی: ٤/٥٧، شمائل کبریٰ: ١/٤٣)

ترجمہ: سنت؛ نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے، جو شخص اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کا انکار کیا وہ ڈوب گیا۔

یعنی سعادتِ دارین اسے ہی ملے گی اور اس سے وہی لطف اندوز ہوگا جو محمد ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا، یہی راستہ جنت تک جاتا ہے۔

مسلکِ سنت پہ اے سالک! چلا جا بے دھڑک جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ہر ایک فضیلت اور ہر ایک کمال آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کی شریعت کی تابع داری پر ہی موقوف ہے۔ (مکتوباتِ امام ربانی: ١/١٣٥)

دین اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی

اطاعت فرض ہے۔

اللہ رب العزت نے اُمتِ محمدیہ پر ایک عظیم احسان کیا، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں ایک نجات دہندہ عطا کیا، ایک بے مثال، بے نظیر، آئیڈیل ونمونہ ودیعت کیا، ہدایت وخیر کے اس روشن چراغ کو جبلِ فاران کے افق سے نمودار کیا، جو بلند ہوا اور ہوتا جارہا ہے، جو چمکا اور چمکتا جارہا ہے، جو بڑھا اور بڑھتا جارہا ہے، جو پھیلا اور پھیلتا چلا جارہا ہے، جس کی کتابِ حیات کا ہر ورق وصفحہ، ہر موضوع وعنوان، ہر سطر وجملہ اور ہر حرف ولفظ، ہر زمانہ، ہر شعبہ میں ہدایت کا روشن چراغ ہے، جس نے زمان ومکان کی لامحدود وسعتوں کو مہر درخشاں کی مثل ضوفشاں کر دیا، انسانی معاشرے کے دشت بے اماں میں گل ہائے رنگا رنگ اور میوہ ہائے شیریں سے لدے شجر سایہ دار کھڑے کر دیے اور افق تا افق محیط تاریکیوں کے سینے پر روشنی کی کرنیں پھیلا دیں۔ عرب کے صحرانشینوں نے آپ کی پیروی اور اتباع کر کے روم وفارس اور عرب وعجم پر حکم رانی کی ہے۔ ؎

ہوں گے جو محمد (ﷺ) کی سنت کے نگہبان　　ان لوگوں کو ہم ملک کا سردار کردیں گے
جس راہ سے گزریں گے سنتِ محمد کے فدائی　　اس راہ کے ہر ذرے کو بیدار کردیں گے

اتباع کس کو کہتے ہیں؟

اتباع ''تبعیۃ'' سے ہے، ''تبعیۃ'' اس بچہ کو کہا جاتا ہے جو اپنی ماں اور باپ کی بلا سوچے سمجھے نقل کرتا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے قرآن مجید میں اتباع کا لفظ اس لیے آیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر سوچے سمجھے اور بلا چون وچراں پیروی کریں۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابن عبدالبرؒ اتباع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہیں: **"هو أن**

یتبع الرجل ماجاء عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعن أصحابہ، ثم ھو من بعد فی التابعین مخیر" .(نضرۃ النعیم:۱۰/۲،بحوالہ أضواء البیان للشنقیطی:۵۳۸/۷)

ترجمہ:اتباع یہ ہے کہ کوئی شخص نبی اکرم ﷺ،صحابہ کرام کی اتباع کرے اوران دونوں طبقات کے بعدوالوں یعنی تابعین کے بارے میں اختیار ہے چاہے ان کی اتباع کرے یا نہ کرے۔

سنت کسے کہتے ہیں؟

سنت ایک خاص طریقہ اور ضابطہ کو کہا جاتا ہے۔اس کا اطلاق سیرت وعادت اور فطرت ومزاج پر بھی ہوتا ہے۔ ہر صاحب لغت نے اپنے مزاج اور طبیعت کے مطابق سنت کی لغوی تحقیق کی ہے۔جس کی تفصیل دیگر کتب کے ساتھ ساتھ ہماری کتاب ''اتباعِ سنت کی فضیلت واہمیت اور ضرورت''میں بالتوضیح ملاحظہ فرمائیں، ذیل میں اس کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

علامہ ابن المنظور افریقی مصریؒ نے **"لسان العرب"** میں جو تحقیق کی ہے وہ سب کا لبِ لباب ہے،وہ فرماتے ہیں:**"والسنة: الطريقة والسيرة، حسنة كانت أوقبيحة، قال خالد بن عتبة الهذيلي:فلا يجزعن سيرة أنت سرتها، فاول أرض سنة من يسير هاوالحديث:من سن سنة حسنة فله أجرها وأجرمن عمل بها، ومن سن سنة سيئة كان عليه وزرهاووزرمن عمل بها"**.(لسان العرب:۳۹۹/۶۲)

ترجمہ: سنت؛ سیرت کے معنی میں بھی آتا ہے،خواہ اچھی ہو یا بری، چناں چہ ہذیلی شاعر کہتا ہے: جو سیرت تم نے اختیار کر لی ہے،اس سے ہرگز مت گھبراؤ،اس لیے کہ جو شخص

کوئی سیرت اختیار کرتا ہے وہی اس کا سب سے پہلا پسند کرنے والا ہوتا ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ: جس شخص نے اچھی سنت اختیار کی اس کو اس کا اجر اور جس نے بری سنت اختیار کی اس کا گناہ اس کو ملے گا۔

سنت کی اصطلاحی تعریف فنون و اغراض کے مختلف ہونے سے بدل جاتی ہے، محدثین، فقہاء اور اصولیین نے اپنی اپنی سوچ اور زاویہ سے سنت کی تعریف کی ہے، چند صفحات سب کے تحمل سے قاصر ہیں، اس لیے بطور خلاصہ ایک ہی ذکر کی جاتی ہے:

"كل ما اثر من النبي صلى الله عليه وسلم من قول، أو فعل، أو تقرير، أو صفة خليقة أو خلقية، سواء كان ذلك قبل البعثة، كتحنثه في غار حراء، أو بعدها". (السنة قبل التدوين:١٨، ١٩) ترجمہ: سنت ہر وہ قول، فعل اور تقریر جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو، چاہے وہ فطری ہو یا اخلاقی، قبل البعثت ہو یا بعد البعثت۔

اتباعِ سنت قرآن مجید کی نظر میں:

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں بار بار اتباعِ سنت کی تاکید و تلقین کی ہے، اسی طرح تکوینی طور پر نبی پاک ﷺ کی ایک ایک سنت کو زندہ رکھا۔آج دنیا بھر میں فقہاء کے چار مسالک رائج ہیں۔ بظاہر تو وہ فقہی اختلافات نظر آتے ہیں، مگر درحقیقت ہر ہر سنت کی اتباع کا غیر محسوس طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بہترین نمونہ قرار دیا۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. (الاحزاب:٣١)

کہیں پر رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾. (النساء: ۸۰)

اتباعِ سنت احادیثِ طیبہ کی روشنی میں:

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین وخاتم المرسلین ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ ایک نبی ورسول کا مقام ومرتبہ کیا ہوتا ہے، اس کے حکم وامر کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور اگر کوئی حکم عدولی کرے تو اس کا انجام قوم عاد، لوط اور قوم نوح کی طرح ہوتا ہے اور اس کا حشر فرعون، ہامان اور نمرود کی طرح ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے بروقت اپنی اُمت کو اطاعت واتباع کی ترغیب وتربیت کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين، تمسكوا بها، و عضوا عليها بالنوا جذ. (رواه أحمد: ۳۷۳/۲۸) ترجمہ: تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل لازمی ہے، اس کو تھام لو اور اس پر مضبوطی اختیار کرو۔

من تمسك بالسنة دخل الجنة. (كنزالعمال: ۱۰۵/۱) ترجمہ: جس نے سنت کو تھاما، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

فمن كانت فترته إلىٰ سنتي، فقد افلح، ومن كانت فترته الىٰ غير ذلك، فقد هلك. (رواه أحمد: ۳۷۵/۱۱) ترجمہ: جس کا اطمینان جا کر میری سنت پر ہوا، وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا اطمینان اس کے علاوہ پر ہوا، وہ ہلاک ہوگیا۔

فمن رغب عن سنتي فليس مني. (رواه البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح: ۵۰۶۳، ومسلم، كتاب النكاح: ۱۴۰۱، وأحمد: ۹/۱۱)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

من أحب سنتی فقد أحبنی، ومن أحبنی کان معی فی الجنة. (مشکوة المصابیح رقم۱۷۳،عن الترمذی، تهذیب تاریخ دمشق الکبیر:۱٤٥/۳) ترجمہ: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

من تمسك بسنتی عند فساد أمتی فله أجرمائة شهید. (مشکاة المصابیح: ٦٢/١،رقم:١٧٦،ط:المکتب الاسلامی)

ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کو سو(۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

خیر الحدیث کتاب اللّٰه، خیر الهدی هدی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم، ومن شرالأمور محدثاتها، وکل بدعة ضلالة. (المسلم:٥٩٢/٢)

ترجمہ: بہترین کلام کتاب اللہ ہے، عمدہ سیرت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور اس میں نئی چیزیں گھڑنا بدترین کام ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اتباعِ سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ:

امیر المومنین، خلیفۂ اول، سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں ہرگز ایسا کام نہیں چھوڑ سکتا، جس کو نبی ﷺ نے کیا ہو، میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں کوئی سنت چھوڑ دوں گا تو بھٹک جاؤں گا''۔(مسند أحمد: ٢٠/١)

حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ: ''میں جانتا ہوں تو پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اگر نبی کریم ﷺ تجھے بوسہ نہ دیتے، تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا''۔(البخاری: ١٦١٠)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے جو شبہاتِ قرآن کریم میں تم سے جھگڑیں گے، تم ان کے مقابلہ میں سنتوں کو تھامو، اصحابِ سنت کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والے ہیں''۔(سنن الدارمی: ۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''ہم کچھ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف آپ ﷺ کو معبوث کیا، پس ہم وہی کرتے ہیں جس طرح ان کو کرتے دیکھا ہے''۔(مسند أحمد:۴۹۵/۹)

حضرت ابن عمرؓ سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے تھے، سفر میں بلاضرورت لیٹ جاتے اور بغیر ضرورت کے قضاءِ حاجت کے لیے بیٹھ جاتے، پوچھنے پر یہی جواب دیتے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپؓ اکثر یہ آیت تلاوت فرماتے تھے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. (مسند أحمد:۱۹۱/۹)

حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی مشابہت اختیار کرتے تھے، حتی کہ گھر کے معمولات معلوم کرنے کے لیے اپنی والدہ کو نبی پاک ﷺ کے گھر بھیجتے تھے، ایک دفعہ فرمایا: ''اتباع کرو، بدعت اختیار نہ کرو، پس یہی تمہاری نجات کے لیے کافی ہے''۔(الابانہ: ۳۲۸/۱)

اتباعِ سنت کے موضوع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتنے اقوال ہیں کہ ایک مستقل دیوان بھی ناکافی ہے...!! عقل والوں کے لیے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے...!!

اتباعِ سنت اور اسلافِ امت:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''جب میں کسی کو حدیث وسنت پر عمل کرتا ہوا دیکھتا ہوں تو گویا میں کسی صحابی کو دیکھتا ہوں''۔(خطبات پروفیسر عبد الشکور:۳۵/۲)

امام زہریؒ فرماتے ہیں: **"الاعتصام بالسنة نجاة"**. (سنن الدارمی:۲۸)

''سنتوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنے ہی میں نجات ہے''۔

امام اوزاعیؒ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں ایسی ہیں جس پر صحابہ اور تابعین اچھی طرح عمل پیرا تھے، ان میں سے **ایک اتباعِ سنت ہے**''۔(نضرة النعیم:۲/ ٤٠)

امام ابوعثمان الحیریؒ فرماتے ہیں: ''جس نے قول وفعل میں اپنے **نفس کو سنت** کا عادی بنایا، وہ دانش مندی والی باتیں کرے گا''۔(الاعتصام:٦٥)

امام ابوزنادؒ فرماتے ہیں: ''سنتیں حق کی راہیں ہیں، جو اکثر رائے کے خلاف آتی ہیں۔ پس مسلمانوں کے لیے اس کی اتباع کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے''۔

(نضرة النعیم: ۲/ ٤٠، بحوالہ: البخاری۔الفتح:٤/ ٢٢٥)

امام ابوحفصؒ فرماتے ہیں: ''جس نے افعال واحوال کو ہر وقت **سنت** پر نہ پرکھا اور نہ ہی اس کے **نفس** نے اس کا اہتمام کیا، تو اس کو مردوں کی صف میں شمار نہ کرو''۔(الاعتصام:٦٤)

امام ابوبکر ترمذیؒ کا ارشاد ہے: ''صرف اور صرف اہل محبت ہی تمام اوصاف میں بلند ہمت ہوتے ہیں اور وہ یہ بلند ہمتی **سنت** کی اتباع اور **بدعت** سے اجتناب کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں''۔(الاعتصام:٦٢)

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں: **ایک** دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے خواب میں آئے اور پوچھا ''اے بشر! کیا تو جانتا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہم نشینوں میں کیسے بلند مرتبہ **عطا** کیا؟'' میں نے کہا ''نہیں! یا رسول اللہ'' فرمایا: ''میری سنتوں کی اتباع، نیک لوگوں کا احترام وغیرہ کی وجہ سے...''۔(الاعتصام:١٦)

حضرت ابوعثمان حیریؒ فرماتے ہیں: ''اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو اختیار کرنا چاہتے ہو تو سنت کی اتباع کرو''۔(الاعتصام:٦٥)

اور امام عبداللہ بن دیلمیؒ فرماتے ہیں: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ دین اس وقت نکلنا شروع ہو جاتا ہے جب سنت کو چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر ایک ایک سنت کر کے سارا دین چلا جاتا ہے، جیسے رسی کا ایک ایک بٹ نکالنے سے رسی ختم ہو جاتی ہے''۔(سنن الدارمی:٢٨)

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ فرماتے ہیں: ''میں ہر وقت اپنے اور دوسروں کے لیے یہ دعا کرتا ہوں: **اللھم أحینی متبعاً للسنة، وأمتنی متبعاً للسنة، وأحشرنی علی اتباع السنة**''.(مقالاتِ عثمانی)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا: ''ایک دفعہ فاقہ کی وجہ سے سنت پر عمل کرتے ہوئے دو پتھر پیٹ پر باندھے، مجھے بہت سکون اور نورانیت محسوس ہوئی''۔

دورِ حاضر میں اتباعِ سنت کا فقدان اور اثرات:

آج سے ایک صدی قبل ''لارڈ میکالے'' نے کہا تھا کہ ''میں ایسا نصاب اور پروگرام تشکیل دوں گا، جس سے یہ مسلمان اگر یہودی اور عیسائی نہ بن سکے تو مسلمان بھی نہیں رہیں گے''۔ آج اس شاطر دماغ کا دعویٰ سچ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہیں، فرد ہو یا جماعت، ایک گھر ہو یا پورا خاندان، ایک چھوٹی سی بستی ہو یا بڑے سے بڑا شہر، غیر مسلم ممالک میں رہنے والی مسلم اقلیت ہو یا مسلم ممالک کی غالب اکثریت، ہر فرد مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے، مگر شکل وصورت اور وضع قطع سے وہ کہیں سے بھی مسلمان نہیں لگتا۔ سنت کو سنت کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہر طرف، ہر جانب اتباع سنت کا فقدان ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے

کہ جہاں ایک طرف مسلمان مغلوب ہیں، ان کا خون ندی نالوں کی طرح بہہ رہا ہے، مسلمانوں کی بستیاں روئی کے گالوں کی طرح اُڑ رہی ہیں اور لمحہ بھر میں سینکڑوں مسلمان لقمہ اجل بن جاتے ہیں، وہاں دوسری طرف اسلام پر نزع کا عالم طاری ہے، ہر طرف فحاشی وعریانی کا طوفان برپا ہے، مادیت کا سیلاب رواں ہے۔ ہر طرف مغربیت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، بدکاری اور شراب نوشی عام ہے، رب کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں، ہر کوئی الحاد، زندقت، بددینی اور بے دینی میں مبتلا ہے، اخلاقی اقدار، روحانی بصیرت اور ایمانی جوہر کھو چکا ہے۔ انٹرنیٹ، کمپیوٹر، ٹیلی ویژن اور میڈیا کی تباہ کاریاں عام ہیں، مساجد اور خانقاہیں ویران، جب کہ سینما گھر اور نائٹ کلب آباد ہیں۔ افسوس صرف یہ نہیں کہ کچھ معلوم نہیں، بلکہ جو معلوم ہے، وہ معمول میں نہیں ہے اور افسوس صد افسوس یہ ہے کہ آج کا دینی طبقہ بھی اس رخ پر چل پڑا ہے اور اسی بہاؤ میں بہہ رہا ہے...!! آج ہم یہ رونا روتے ہیں کہ ہماری پگڑیاں اچھالی جارہی ہیں... ہمارے قبا نوچے جارہے ہیں... ہمارے ذاتی امور پر نکتہ چینی ہورہی ہے... مگر کبھی یہ نہیں سوچتے کہ آج مساجد سے لے کر مدارس تک... خانقاہوں سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے دینی اداروں تک... ہم وارثانِ انبیا ہوکر بھی عملی دنیا میں کتنی سنتوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں... کیا اس سے نبی پاک ﷺ کا دل نہ دکھتا ہوگا...؟!! کیا اس سے آپ ﷺ خفا نہیں ہوں گے...؟!! کیا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہیں ہوتے ہوں گے...؟!! تو پھر یہ آہ وبکا کس بات کی...؟!!۔ آج گلی کوچوں سے لے کر بڑی بڑی شاہ راہوں تک ناموسِ رسالت اور حرمتِ رسول اللہ ﷺ پر احتجاج اور ریلیاں نکال کر ہم ظاہری محبت کا اظہار تو کر لیتے ہیں، مگر صبح سے شام، دن سے رات تک اور سر سے پاؤں تک ہم نبیٔ اکرم ﷺ کی کتنی

سنتوں کو ذبح کر دیتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل آپ ﷺ کے حقیقی مقام، مرتبہ اور عظمت سے خالی ہیں، اس لیے کہ ہمارے دلوں میں دنیا اور اس دنیا کی محبت گھر کر چکی ہے، ہمارے آئیڈیل وہ داغ دار لوگ بن چکے ہیں جو ملمع سازی کے ساتھ کیمرے کی سکرین میں آجاتے ہیں، متبعِ سنت علما وصلحا سے ہمارا ناطہ ٹوٹ چکا ہے، ہمارے بچے نوجوان ہو کر بوڑھے ہو جاتے ہیں، مگر سیرتِ طیبہ سے بالکل نابلد ہوتے ہیں، ہم بچپن ہی سے بچوں کے ہاتھ میں لہو ولعب کے ایسے آلات پکڑا دیتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک ان میں کھو کر سیرت النبی ﷺ سے غافل ہو جاتے ہیں۔

ہم متبع سنت کیسے بن سکتے ہیں؟

اگر تم چاہتے ہو سارے زمانہ کا اَمن　　تو یہ راز پوشیدہ ہے محمد ﷺ کے خزانہ میں

اگر ہم چاہتے ہیں کہ فرد سے جماعت تک، گھر سے خاندان تک، بستی سے شہروں تک اور ملک سے پوری دنیا تک سب امن وآشتی کا گہوارہ بن جائیں تو ہمیں اپنی زندگیاں بدلنی ہوں گی، نبی پاک ﷺ کے حقیقی مقام ومرتبہ کو پہچاننا ہوگا۔ نیک وصالح علما اور بزرگانِ دین کی صحبت اختیار کر کے دنیا اور اہل دنیا کی محبت نکالنی پڑے گی، اغیار کی مشابہت چھوڑ کر نبوی رنگ میں رنگنا ہوگا، اپنا ہر قول اور ہر فعل آپ ﷺ کی سنتوں سے مزین کرنا ہوگا۔ اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرائیں۔

خلاصۂ کلام:

امام اہل سنت، ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے اتباعِ سنت پر اپنے دلی جذبات کا اظہار بہت عمدہ الفاظ میں کیا ہے، جو اس مضمون کا لبِ لباب اور

خلاصہ ہے، جس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں:

''ولادت سے لے کر وفات تک، خوشی سے لے کر غمی تک، زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ میں اس کی اصلاح کے لیے ہم کو صرف سنتِ رسول اللہ اور شریعتِ اسلامی کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا، جو ہر طرف سے محفوظ و موجود ہے۔ کسی دوسری شریعت، کسی دوسرے ہادی، کسی اور آئین اور کسی رسم و رواج کی طرف نہ تو ہمیں نگاہ اٹھانے کی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ بھلا جس کے گھر میں شمعِ کافوری روشن ہو، اس کو فقیر کی جھونپڑی سے اس کا ٹمٹماتا ہوا چراغ چرانے کی کیا ضرورت اور حاجت ہے؟ ہاں! مگر کوئی خوش نصیب اس کی طرف ہاتھ بھی تو بڑھائے۔ کوتاہ دست اور بدقسمت کو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے آبِ حیات سے کیا فائدہ؟ ؎

یہ بزمِ مئے ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اُٹھالے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تسبیحات اوراوراد ووظائف

صرف دائیں ہاتھ پر شمار کرنا مسنون ہے

آج اُمتِ مسلمہ اگرچہ بہت سی ایمانی واعمالی کمزوریوں میں مبتلا ہے، اوران کوان سے اوران کے معاشرے سے دور کرنے کی اپنے طور پر ہر ممکن کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں اور کی جارہی ہیں، لیکن کچھ اعمال ومسائل ایسے ہیں کہ ان کی طرف عوام تو کجا خواص بھی متوجہ نہیں ہیں، یا تو شاید وہ ان مسائل پر مطلع نہیں، یا مطلع تو ہیں؛ لیکن بدعملی کے شیوع کی وجہ سے ان پر عمل یا ان کے بیان کی جرأت نہیں، انہوں نے اپنے آپ کو ابن الوقت بنالیا ہے کہ وہ بھی اسی مخالف سمت لے جانے والے بہاؤ میں بہتے چلے جارہے ہیں، بہر حال ایسے احکام ومسائل بے شمار ہیں کہ جو خود اہل علم کے یہاں اجنبی سے ہوگئے ہیں، انہیں مسائل اور اعمال میں سے ہمارے پیش نظر فی الوقت ایک اہم عمل نبیٔ اکرم ﷺ کی جانب سے عطا کردہ تسبیحات واوراد ووظائف کے پڑھنے کا طریقہ بھی ہے، آج علماء وعوام کا ایک بہت بڑا طبقہ اس عظیم الشان طریقۂ نبوی یعنی سنت مطہرہ سے محروم نظر آتا ہے، جہاں جائیں، جس کو بھی دیکھیں وہ اس سے غافل دکھائی دیتا ہے، تقریباً سب حضرات تسبیحات یا اوراد ووظائف دونوں ہاتھوں پر شمار کرتے (پڑھتے) ہیں، خاص طور پر مساجد میں فجر وعصر کی نماز کے بعد اس اجتماعی خلافِ سنت عمل کا خوب مشاہدہ ہوتا ہے، سچی بات یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر دلِ دردمند رکھنے والا سلیم الفطرت انسان بے چین وپریشان ہوجاتا ہے؛ کیونکہ یہ (دونوں

ہاتھوں پر شمار کرنے کا) طریقہ خلافِ شریعت، خلافِ قرآن، خلافِ سنت، خلافِ فقہ، خلافِ شعورِ مسلم اور خلافِ عقل ہے۔

ذیل میں ہم اصل مسنون طریقہ کی تائید وحمایت میں چند دلائل نقلیہ وعقلیہ کتبِ حدیث وفقہ سے اہل علم کی اطلاع اور عوام کی اصلاح کی غرض سے پیش کیے دیتے ہیں۔

اس سے قبل دو چیزوں کی وضاحت موقع اور محل کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتی ہے:

دو اہم باتوں کی وضاحت:

﴿۱﴾ حاشا وکلا! ہمارے اس بیان اور اندازِ بیان سے کوئی ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ! ہم اس کے خلاف کرنے کو حرام وناجائز کہتے یا سمجھتے ہیں، الامان والحفیظ! ہاں حضرت امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ کی اصل سنت اور موافقِ نقل وعقل اَدا کے بیان اور اشاعت میں اگر کوئی کچھ شدت اور تشدد محسوس کریں تو الحمدللہ! یہ زور آور اندازِ بیان سنت کی حمایت اور اس کے اہتمام شان کی وجہ سے ہے، جو بالکل بھی بے جا اور غیر مناسب نہیں؛ بلکہ یہ تو مطلوبِ شرع ہے، جو آقا ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کرنے والے ہر ایک فرد، وارثِ نبی اور اُمتی کا دینی وغیرتی فریضہ ہے، جس کی صدہا مثالیں قرآن وحدیث اور سنت وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں، اور سنت کی اہمیت وعظمت اور اس کے نفاذ وقیام اور بیان میں مناسبِ موقع تاکید وشدت اور سختی خود اللہ تعالیٰ کے فرموداتِ عالیہ اور امام الانبیاء ﷺ کے ارشاداتِ غالیہ میں موجود ہے۔

یہاں پر اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہمارے اس رسالہ **"الدر الثمین فی اثبات عقد التسابیح والأوراد بالیمین"** کا جب پہلا ایڈیشن شائع ہوا، تو قدردانِ علم وتحقیق نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اس کو اپنی متاعِ گم شدہ سمجھ کر خود بھی اس کے مطابق اپنی اصلاح

کی اور اپنے حلقۂ احباب کو بھی اس کی اطلاع سے مشرف کیا۔لیکن بہت سے اہل علم ودین دار حضرات نے خوب کس کرانہیں اورہمیں ہدف تنقید بنایا،کسی نے کچھ کہاتو کسی نے کچھ فرمایا،کسی نے کس لقب سے یادکیاتو کسی نے کس تمغہ اوراعزاز سے نوازا؛حتی کہ بہت سے خام علموں نے یہ بھی تصور دیا کہ ایسے عمل کی اشاعت یاترویج وبیان سے کیافائدہ جس سے اُمت میں انتشار ہوتاہو،چہ میگوئیاں ہوتی ہوں،اُمت کے اور بہت سے مسائل ہیں کہ جن پرتوجہ کی خاص ضرورت ہے،کسی نے غالی لکھا،توکسی نے راہِ حق سے متنفر بتلایا،کسی نے اکابر واسلاف کے جادۂ حق سے منحرفی کاالزام دیا،توکسی نے اس کوہمارا تفرد یاذاتی رائے کہہ کرمسترد کردیا۔کوئی یوں گویاہوا کہ ضدی ہے،فتنہ پرور ہے،متعصب ہے اور غیروں کا آلۂ کار ہے بہرحال!یہ توہوتاہی رہتاہے،امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے اپنے ایک مشہور شعر کا مصرع:**اَلنَّاسُ أَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا**، ایسے ہی موقع اور ماحول میں کہاتھا کہ جب حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پربھی احقاقِ حق وابطالِ باطل کی پاداش میں بہتان تراشی وبدگمانی کا بازارگرم تھا۔

بہرکیف!ہم کیاہیں؟ہماری ہستی اورحیثیت ہی کیاہے؟ہم توبس یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کودینی فہم نصیب فرمائے اورجنہوں نے جوکچھ کہایالکھاہے انہیں اپنی شایانِ شان صلہ نصیب فرمائے۔لیکن ہمارے اکابرومشائخ اور اساتذۂ کرام جیسے کاملین وواصلین کواگراس طرح کی آراءوتحقیقات کولے کرہدفِ تنقید بنایاجائے تو ناقدین کی ہدایت واصلاح کے لیے درج ذیل تحریرپیش ہے۔

باقی رہے ملزمین کرام!تووہ قیامت کے دن حساب کے لیے تیاررہیں،آج اپنے

منصب کے نشے میں، بڑائی کے زعم میں، چودھراہٹ کے گمان میں، دنیوی عزت کے خیال میں، اپنی عارضی وجاہت اور طاقت کے بل بوتے پر جو چاہیں کہہ دیجیے، مگر اس دن کوئی طاقت اور منصب کام نہیں آئے گا، ایک ایک لفظ اور جملے کا حساب دینا ہوگا اور افسوس! اس سنت کے خلاف عمل کرنے والوں کو انصاف پسند، معتدل مزاج، اختلاف نہ کرنے والے، انتشار سے بچنے والے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے کے، بے معنی اور نامناسب ہی نہیں بلکہ غلط القاب دیے جاتے ہیں۔ **فالی اللّٰہ المشتکی**۔

لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ اکابر و مشائخ میں سے کسی کو کسی مسئلہ کی تحقیق یا اس کو حق سمجھنے اور اس پر جمنے کے سلسلے میں متفرد یا غالی فی الدین کے بے جا الزامات لگانے یا ان کو ہدفِ تنقید و تجریح بنانے سے قبل مندرجہ بالا تحریر اور آئندہ ذکر کیے جانے والے واقعات ایک مرتبہ پڑھ لینا ضروری ہے، تاکہ اس کام کو اپنی سعادت یا فتح سمجھنے والے خود فیصلہ کرلیں کہ احکامِ شرع یا امر دین میں شدت و تشدد اور بیانِ مسائل میں سختی کے ان الزامات اتہامات کا کیا وزن ہے، اور رسول اکرم ﷺ کی سنت و ادا کی قدر و منزلت، مقام و مرتبہ، عظمت و اہمیت اور ضرورت کیسی بدیہی اور واجبی چیز ہے۔

اللہ رب العزت نے جس طرح اپنے کلام میں اتباعِ سنت کی تاکید و تلقین کی ہے، اسی طرح تکوینی طور پر نبی پاک ﷺ کی ایک ایک سنت کو زندہ رکھا۔ آج دنیا بھر میں فقہا کے چار مسالک رائج ہیں۔ بظاہر تو وہ فقہی اختلافات نظر آتے ہیں، مگر درحقیقت ہر ہر سنت کی اتباع کا غیر محسوس طریقہ ہے۔

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خاتم المرسلین ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ ایک نبی و رسول کا مقام و مرتبہ کیا ہوتا ہے، اس کے حکم و امر کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور اگر کوئی حکم عدولی کرے تو اس کا انجام قوم عاد، قوم لوط اور قوم نوح کی طرح ہوتا ہے اور اس کا حشر فرعون، ہامان اور نمرود کی طرح ہوتا ہے۔ اسی وجہ

سے آپ ﷺ نے بروقت اپنی اُمت کو اطاعت واتباع کی ترغیب وتربیت کی، جس کے چند نمونے ماقبل میں ذکر ہو چکے ہیں۔

قرآن وسنت کی ان قطعی نصوص کے بعد کیا کوئی حجت باقی رہ جاتی ہے؟!! حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ آخر ہم کہاں پھرے جارہے ہیں؟!! ہم پیچھے مڑ کر کیوں نہیں دیکھتے؟!!

حضرات صحابہؓ اور سلف صالحین کے حق پر جمنے کی چند مثالیں:

☆..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک مانعین زکوۃ سے قتال کے بعد ان کے اموال غنیمت تھے، اور ان کے اہل وعیال غلام اور باندیاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس میں اختلاف تھا۔ صدیقی دور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فتوے اور رائے پر عمل رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے اس کو قبول کیا۔ اور فاروقی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور ان کے فتوے پر عمل تھا اور دوسرے لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ (الاعتدال فی مراتب الرجال:۲۰۷)

☆..... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے معزول نہیں کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی معزول کر دیا۔ (الاعتدال فی مراتب الرجال:۲۰۱)

نوٹ: ان دونوں واقعات میں یہ اشکال نہ کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے۔ اور امیر المؤمنین کی اطاعت ضروری تھی۔

☆..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حق کی خاطر نہ صرف جان دے دی، بلکہ ایک

مقدس جماعت کی شہادت گوارہ فرمالی، مگر انتشار کے گمان سے اپنے عمل کو نہیں چھوڑا۔

☆.....حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو حق سمجھا اس پر نہ صرف ڈٹے؛ بلکہ اس کے لیے قتال تک کو گوارہ کیا، دونوں طرف اہل حق کی ہزاروں جانیں شہید ہوئیں، مگر وہ حضرات جس کو حق سمجھتے تھے اس کو ترک نہ کیا۔

☆.....حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حق کی خاطر نہ صرف شہید ہوئے، بلکہ اہل حق کے ایک گروہ کو راہ خدا میں قربان کرنا منظور کرلیا، مگر انتشار کے گمان سے اپنے عمل کو نہیں چھوڑا۔

☆.....حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجاج بن یوسف کے ہاتھوں قتل ہونا گوارہ کیا، مگر اپنی رائے اور عمل سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے، انتشار واختلاف کے گمان سے اپنے موقف کو نہیں چھوڑا۔ (سیرۃُ التابعین:۱۷۷)

کیا ہمارے اکابر اپنے مسلک وموقف پر نہیں جمے؟ انتشار ہوا، اختلاف ہوا، مگر اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا، انہوں نے اپنی تحقیق وموقفِ حق سے ایک بالشت قدم پیچھے نہیں رکھا۔

☆.....شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کانگریس کا ساتھ دیا، اور لیگ کی مخالفت فرمائی، اگر لیگ کا ساتھ دیتے تو اُمت کتنے بڑے انتشار سے بچ جاتی، یا حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لیگ کو چھوڑ دیتے اور جمعیت علماء کے ساتھ ہوجاتے تو کس قدر بڑے انتشار سے مسلمانانِ ہند بچ جاتے، مگر دونوں حضرات رحمہما اللہ نے جس بات کو حق سمجھا اس پر جمے اور نہ صرف جمے؛ بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جلسے کیے، بیانات کیے، اور مکتوبات میں بھی اس پر تنقید فرمائی، مگر انتشار کے خوف سے حق کو نہیں چھوڑا۔

☆.....امام العصر محدث کبیر آیۃ من آیات اللہ حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس

سرہ نے دارالعلوم دیوبند چھوڑ دیا، مگر جس چیز کو حق سمجھا اس کو نہیں چھوڑا، حالانکہ وہاں کونسا دینی مسئلہ متاثر ہو رہا تھا، ناظم مطبخ اور طلباء کے درمیان کچھ اختلاف ہوا، یا مہتمم صاحب سے کسی اور انتظامی مسئلہ پر اختلاف ہوا، یا اور کوئی (مشہور) بات پیش آئی، مگر حضرت شاہ صاحبؒ اور آپ کے رفقاء نے جس بات کو حق سمجھا مکمل اس پر ڈٹے رہے اور انتشار کو گوارہ فرمالیا، دیوبند چھوڑنا گوارہ کیا، ڈابھیل تک جا پہنچے، مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ایسی دسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

☆.....شیخ الشیوخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کی وجہ سے (جس کو اختصار کی وجہ سے یہاں نقل نہیں کیا جارہا ہے، جس کا دل چاہے وہ تذکرۃ الخلیل، ص:۲۹۹ کا مطالعہ وملاحظہ کرسکتا ہے) مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مسجد نبوی کی جماعت ترک فرمادی اور اپنی جماعت علیحدہ مدرسہ میں کی، مگر مسئلہ میں لچک اور حق کے اظہار میں ذرا سی بھی مداہنت اختیار نہیں فرمائی (یعنی ڈھیلے نہ پڑے)۔

کاش آج کوئی حضرت سہارنپوریؒ کا نائب ہو، جو علما، ائمہ اور عوام سے درخواست کرے کہ خدارا! اس مسئلہ اور سنت پر بھی توجہ دیں، اور اس سنت کے احیا کا جذبہ بھی پیدا اور بیدار کرے۔

استقامت بھی تو کوئی چیز ہے، اپنے مسلک پر اور حق پر جمنا اور اس معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کرنا، ہر ایک کے بس کی بات نہیں، حالات سے متاثر ہوجانا اہل حق کا شیوہ نہیں، حق کی راہ میں حالات ضرور آتے ہیں، اور آئیں گے اہل حق تو اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں۔ ؎

رہِ اُلفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے　　نہ ہم نے راستہ بدلا نہ ہم منزل سے باز آئے

اور پھر یہ بات بھی سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ کسی سنت کے بیان کا ایسا اہتمام کہ جس کے قیام وبیان میں ذرا شدت ہو، اس معنی کر بھی محل نظر یا نامناسب نہیں، کہ یہ ساری کدو

کاوش لِذَاتِہٖ نہیں؛ بلکہ لِلّٰہِ ہے، جو احیاءِ سنت کے مبارک جذبہ سے سرشار ہوکر اپنایا گیا ہے، جو ہر مؤمن ومسلم سے مطلوب ہے اور حضرات علماء کا تو یہ فرض منصبی ہے۔

﴿۲﴾ دوسری بات یہ بھی عرض ہے کہ ہماری اس تحقیقی تحریر کی بنا پر ہماری نیت پر حملہ کرنے کی شرعاً وعرفاً کسی کو اجازت نہیں ہوسکتی ،اور نہ ہی اس کو اس کے مقام سے بڑھا کر کسی فتنہ کا ذریعہ بنایا جائے ،بات پہنچا دینا، بتا دینا، سمجھا دینا اور راہنمائی کر دینا ہمارا کام ہے، مان لینا اور قبول کر لینا سامنے والے کا کام ہے ،لہٰذا کوئی مان لے تو بہت اچھا، نہیں مانے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے ،اس کے لیے دعا اور کوشش جاری رکھی جائے ،اس سلسلے میں نزاعی شکل اختیار کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

تسبیحات؛ دائیں ہاتھ پر ہی شمار کرنے کے دلائل وبراہین:

خیر! اب ہم اس مسئلہ کی طرف آتے ہیں، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت اور عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر آپ تسبیحات یا دیگر اوراد ووظائف پڑھتے اور ان کو گننا اور شمار کرنے کی نوبت آتی یا ضرورت محسوس فرماتے تو اس کے لیے صرف داہنے ہاتھ کو استعمال فرماتے ،بائیں ہاتھ کو اس نیکی کے کام میں شامل نہ فرماتے۔ چنانچہ اس دعویٰ کے دلائل پیش خدمت ہے۔

(۱).....صحاحِ ستہ میں شامل حدیث پاک کی مشہور ومعروف اور مستند ترین کتاب "**سنن أبي داؤد**" میں صحابیِ جلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، .فِي آخَرِينَ. قَالُوا حَدَّثَنَا عَفَّامٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ

.قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ . بِيَمِيْنِهِ. (سنن أبي داؤد:١/ ٢١٠،في النسخة الهندية)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تسبیحات دائیں سے گن رہے (شمار کررہے) تھے۔

اور یہی طریقہ کہ صرف دایاں ہاتھ اچھے اور نیک اعمال کے لیے استعمال کیا جائے موافق عقل بھی ہے؛ کیونکہ خود نبیٔ اکرم ﷺ کا ایک عمومی عمل بھی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ ہر اچھے کام میں دائیں ہاتھ ہی کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔

(۲)..... چنانچہ امام مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوریؒ نے اپنی صحیح میں ایک حدیث پاک ان الفاظ کے ساتھ درج کی ہے: **كان رسول الله ﷺ يحب التيمن فى شانه كله.**

(صحيح مسلم ،كتاب الطهارة،بات التيمن فى الطهور وغيره ،رقم :٢٦٨)

یعنی آپ ﷺ تمام (اچھے) کاموں میں داہنی طرف کو ہی پسند فرماتے تھے۔

وعن عائشة .رضى الله عنها. قالت : كانت يدرسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وطعامه ،وكانت اليسرى لخلائه وماكان من أذى.

(سنن أبي داؤد:٥،ط:مكتبة بلال،ديوبند ،وغيره باسناد صحيح)

رسول اللہ ﷺ کا داہنا ہاتھ وضو اور کھانے پینے کے لیے ہوتا تھا اور بایاں ہاتھ ان مکروہ وناپسندیدہ کاموں کے لیے ہوتا تھا جن میں گندگی ہوتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جس کو امام ابوداؤد (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی) وغیرہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث وسنت اور سیرت طیبہ کی جملہ کتب سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ دائیں ہاتھ سے وضو کرتے تھے اور اس سے کھانا بھی کھاتے نیز جتنے اچھے کام

ہیں سب دائیں ہاتھ سے انجام دیتے تھے، مثلاً: صدقہ وخیرات کرنا یا دوسری چیزیں لینا دینا وغیرہ وغیرہ اور بائیں ہاتھ کو استنجاء کرنے یا ایسی چیزوں کی انجام دہی میں استعمال فرماتے جو مکروہ ہوتیں یعنی ایسی چیزیں جو طبعاً مکروہ ہیں، جیسے ناک سنکنا یا ایسے ہی دوسری چیزیں جنہیں نفس مکروہ سمجھتا ہو۔ اس حدیث سے ظاہری طور پر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وضو وغیرہ کے وقت آپ ﷺ ناک میں پانی دائیں ہاتھ سے دیتے ہوں گے اور ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرتے ہوں گے ۔مگر افسوس کہ جس طرح آج کے دور میں عقل ودین سے بیگانہ لوگوں نے دوسری اسلامی چیزوں کو ترک کر دیا اور دینی آداب کو جہالت یا فیشن پرستی کے بھینٹ چڑھا دیا ہے ۔اسی طرح اس معاملہ میں بھی اکثر لوگ برعکس عمل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ **فالی اللّٰہ المشتکی.**

(۳).....شیخ فریح بن صالح البھلال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أن التسبيح معناه: تنزيه اللّٰه عن النقص والعيب ولايليق بالمسلم أن يعقد ماينزه اللّٰه به باليد الشمال التي تزال بها الأقذار كالمخاط والاستنجاء و نحو ذلك. (فتح المعين بتصحيح حديث عقد التسبيح باليمين:۲۲۳)

ترجمہ: تسبیح کا مطلب اللہ تعالی کو نقص وعیب سے پاک قرار دینا ہے، اور مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کو جن سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے انہیں بائیں ہاتھ پر شمار کرے جو کہ عام طور پر ناک کے صاف کرنے اور استنجا وغیرہ کی وجہ سے گندہ رہتا ہے۔

(۴).....حافظ ابو عمرو ابن عبد البر المالکی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر کتنی شاندار بات لکھتے ہیں:

قد قيل هذا واللّٰه أعلم بما اراد نبيه ﷺ بتفضيل اليمنى على اليسرى ، وحسبنا التبرك باتباعه في جميع أفعاله ، فانه مهدى موفق

ﷺ. (الاستذکار :۸/۳۱٤)

یعنی یہ بات جوحدیث پاک میں آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ پر تسبیح شمار کرتے (پڑھتے) تھے، (اس کی حکمت ومصلحت) اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر کیوں ترجیح دی، بس ہمارے لیے تو (بلا قیل وقال، وبلا چون وچرا) آقائے دوجہاں جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی میں خیر وبرکت ہے کہ ہم تمام افعال واعمال میں آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، اس لیے کہ آپ ﷺ ہدایت وخیر کے علمبردار، راہبر اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب کاموں میں خیر کی توفیق دیے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! رب العزت والجلال حافظ ابن عبدالبرؒ کی قبر کو نور وسرور سے بھرے اور ان کی روح کو پرفتوح فرمائے، کیسے اچھوتے والبیلے انداز میں اُسوۂ حسنہ یعنی سنتوں کی عظمت اور ان کی اتباع کی اہمیت ارشاد فرمائی، حقیقت یہی ہے کہ ایسے ہی حضرات شریعت وسنت کی قدر ومنزلت کما حقہٗ وبہ حسن وخوبی جانتے تھے۔

لہٰذا ہمارا بھی یہی مزاج ورجحان ہونا چاہیے کہ شریعت وسنت کی کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، عقل مانے یا نہ مانے، دل تسلیم کرے یا نہ کرے، قیل وقال کی بکواس میں پڑنے کے بجائے، قیل وقال کے ذریعہ حیلے، بہانے بنانے اور عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے بلا تأمل اس کو قبول کرلیا کریں، اس لیے کہ ہم احکامات کی بجاآوری کے مکلّف ہیں ان کی علتیں یا حکمتیں تلاش کرنے کے نہیں۔ جب کوئی بات حدیث شریف میں آگئی اور ہمارے حضرات فقہاء کرام نے اس کی تصویب وتصدیق کردی، یعنی جانچ پڑتال کے بعد فیصلہ سنادیا کہ ہاں! یہ بات معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے۔ تو بس اب اس میں خواہ مخواہ کے سوالات اور محض عقلی باتیں

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھ کر کہ ایک دین کی بات مل گئی ہے فوراً اس کی تعمیل وتمثیل کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہی شریعت وسنت کی حقیقی و سچی غلامی کی علامت ہے۔

(۵).....مشہورِ زمانہ محدث شارحِ صحیح البخاری علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد بن محمد بن عبداللہ ابن الملقن الوادی آشی الاندلسی المصری الشافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

يعني :باليد اليمنى في جميع أفعاله ،وكذلك في مناولة الأكل والشرب،ومناولة سائر الأشياء من على اليمين ، وهو قول الفقهاء.

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح :٢٦/١٠٤،بتحقيق خالد الرباط و جمعة فتحي ،ط:وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية،بدولة قطر)

محدث ابن الملقن شافعی رحمۃ اللہ علیہ صحیح البخاری کے اولین شراح میں شمار ہوتے ہیں، ان کی مذکورہ شرحِ بخاری ضخامت کے اعتبار سے سب سے بڑی شرح شمار کی گئی ہے ،جن کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کھانے ، پینے وغیرہ تمام (اچھے) کاموں میں دائیں ہاتھ ہی کو استعمال فرماتے تھے اور یہی حضرات فقہاء کرام کا بھی قول ہے کہ دایاں ہاتھ ہی استعمال کیا جائے۔

(٦).....سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ، مفتیٔ اعظم سعودیہ اور سماحۃ الشیخ عبداللہ بن حمیدؒ، رئیس مجلس القضاء الاعلیٰ کے شاگردِ رشید **فضيلة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن عبدالرحمن الراجحي القحطاني القصيمي. حفظه الله ورعاه.**

(مدرس الحرمين الشريفين وأستاذ جامعة الامام محمد بن سعود ، الرياض و مؤسس: مركز عبدالعزيز بن عبدالله الراجحي للاستشارات والدراسات

التربوية والتعليمية بالرياض) اپنی شرح میں صحیح البخاری کے "باب لایمس ذکرہ بیمینہ اذابال" کے تحت لکھتے ہیں:

قولہ:" اذا بال احدکم فلا یأخذن ذکرہ بیمینہ" فالیمین دائما تکون للمکارم ؛ ولھذا نعقدالتسبیح بالیمین ، کما جاء في حدیث أبي داؤد: کان النبی ﷺ یعقدالتسبیح بیمینہ. وإن سبح بالیمین والیسار فلا حرج ، لکن السنۃ أن یکون بالیمین. (منحۃ الملک الجلیل شرح صحیح محمد بن اسماعیل ،کتاب الوضوء ص:۳۹۱ ج:۱،ح:۱۶۰۔ ط:دار التوحید للنشر، الریاض)

ترجمہ: نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:"جب تم میں سے کوئی پیشاب (یا استنجا) کرے تو اپنے ذکر (شرمگاہ) کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے"۔پس داہنا ہاتھ ہمیشہ اچھے اور پسندیدہ (محترم ومکرم) کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے،اور اسی وجہ سے ہم تسبیحات کو (صرف) داہنے ہاتھ پر شمار کرتے ہیں جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت میں آیا ہے کہ: نبیٔ اکرم ﷺ تسبیحات کو داہنے ہاتھ پر شمار کرتے تھے،اور اگر کوئی شخص دائیں،بائیں دونوں ہاتھوں پر تسبیحات شمار کرنے لگے تو حرج تو کچھ نہیں؛البتہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ (تسبیحات کے شمار میں) صرف داہنا ہاتھ ہی استعمال ہو۔

(۷).....فقہ حنبلی کے حافظ فضیلۃ الشیخ العلامہ **عبدالمحسن بن حمد بن عبد المحسن بن عبد اللّٰہ بن حمد بن عثمان آل بدر عباد العنزی** رحمہ اللہ تعالی اپنے دروسِ سنن ابی داؤد میں "**بیمینہ**" والی روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

قولہ: (رأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح، قال ابن

قدامة: بيمينه)

فائده: عبيد الله بن عمر القواريری ومحمد بن قدامة قالا:](يعقد التسبيح)[لكن محمد بن قدامة زاد:](بيمينه)[، وهذا دليل على أن عقد التسبيح الأولى والأفضل أن يكون باليمين، لهذا الحديث الذى ورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو أنه كان يعقد التسبيح بيمينه، وهو أيضاً مطابق لما جاء من كون اليمين تستعمل فى الأمور المحمودة والأمور الطيبة، واليسار تكون بخلاف ذلك، لكن كونه يبدأ التسبيح باليمين ويثنى باليسار لا بأس بذلك. (شرح سنن أبي داؤد :۷/ ۱۸۰)

یعنی حدیث میں اس بات کا بیان اور دلیل ہے کہ تسبیحات دائیں ہاتھ پر پڑھنا ہی اولیٰ اور افضل عمل ہے۔اس لیے نبی پاک ﷺ سے ایسا ہی مروی ہے،اور یہ قاعدۂ شرعیہ کے بھی مطابق ہے کہ: دایاں ہاتھ پسندیدہ کاموں کے لیے ہوتا ہے اور بایاں ہاتھ مکروہ وناپسندیدہ کاموں کے لیے۔لہٰذا کسی اولیٰ وافضل اور مسنون عمل کو قصداً ترک کرنا کتنے خسارہ کی بات ہے،اوائل صفحات میں ذکر کردہ مقدمہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۸).....محقق کبیر محدث عظیم شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی علیہ الرحمہ،سابق موظف فی جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ،بالریاض مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

مايستفاد من الحديث: التسبيح على اليدااليمنى هو هدى صاحب السنة ﷺ، فان الذى بلغ الذكر بين كيفيته ،قال الله تعالى: ﴿قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله﴾. (اتحاف المسلم بشرح حصن المسلم: ۱۸۱۰)

یعنی (مذکورہ) حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ تسبیحات کا داہنے ہاتھ پر شمار کرنا (پڑھنا) جناب رسول اللہ ﷺ کی سنتِ ہدیٰ کے قبیل سے ہے، اور وہ اس طرح کہ آپ ﷺ نے ذکراللہ کے ساتھ، اس کا طریقہ اور کیفیت بھی اُمت تک پہنچایا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی (ﷺ)! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میرا اتباع کرو۔

(۹).....اور اس کی توضیح مزید کرتے ہوئے ابن بازؒ کے معتمد خاص مسند الزمان محقق الوقت شیخ عبداللہ بن مانع الروقی العتیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثم أن الأولى أن يكون عقد التسبيح بالأنامل في اليداليمنى ، لأن النبى ﷺ كان يعقد التسبيح بيمينه ، واليمنى خير من اليسرى بلاشك ،ولهذا كان الأيمن مفضلا على الأيسر، ونهى النبى ﷺأن يأكل الرجل بشماله،أويشرب بشماله ، وأمرأن يأكل الانسان بيمينه (كمافي الصحيحين، عندالبخاري :رقم، ٥٠٦١، وعند مسلم:رقم، ٢٠٢٢و ٢٠٢٠)فاليداليمنى أولى بالتسبيح من اليداليسرى اتباعاً للسنة ، وأخذاً باليمين فقد :كان النبى ﷺ يعجبه التيامن في تنعله ، وترجله ، وطهوره ، وفي شأنه كله ،(كمافي الروايات). (نتاج الفكر في أحكام الذكر:١٢٧)

اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ افضل واولیٰ (اور مسنون) عمل یہی ہے کہ تسبیحات کی گنتی اگر انگلیوں کے پوروں پر ہو، تو دایاں ہاتھ ہی استعمال کیا جائے، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ بھی دایاں ہاتھ ہی استعمال فرماتے تھے اور یہ بات ہر ذی عقل وخرد جانتا ہے کہ

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فوقیت وبرتری حاصل ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں، اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھانے، پینے کو منع فرمایا ہے اور دائیں ہاتھ سے کھانے (پینے) کی تاکید فرمائی، پس اتباعِ سنت کا تقاضا یہی ہے کہ تسبیحات بھی دائیں ہاتھ ہی سے پڑھنا بہتر اور پسندیدہ عمل ہے۔ اور اس وجہ سے بھی دائیں ہاتھ ہی کو ترجیح وفوقیت حاصل ہے کہ امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ تقریباً تمام اچھے کاموں میں دائیں طرف ہی کو پسند فرماتے تھے، جیسا کہ روایات وآثار اس پر شاہد عدل ہیں۔

(۱۰).....بلادِ عرب کے مشہور محدث وفقیہ مفتیٔ اعظم فی السعودیۃ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں، جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں موجود ہے:

نعم هذاصحيح ، لم يثبت عن النبي ﷺ أنه كان يسبح باليسرى ، وانماجاء عنه أنه كان يعقد التسبيح بيمناه ، ولكن مع هذالاينكر على من سبح باليسرى ،وانمايقال:ان السنة الاقتصار على التسبيح باليمنى .

(فتاویٰ نورعلی الدرب :٤/٥٢٣)

جواب کا ماحصل یہ ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ تسبیحات وغیرہ صرف دائیں ہاتھ پر شمار کرتے (پڑھتے) تھے، بائیں ہاتھ کا تو کہیں، کسی بھی روایت میں ثبوت تک نہیں، ہاں یہ بات بہ طریق صحیح ثابت وسنت ہے کہ آپ محض دائیں ہاتھ ہی سے تسبیحات پڑھتے تھے، لیکن اس سب کے باوجود اگر کوئی شخص (لاعلمی، یا بے توجہی کی وجہ سے) بایاں ہاتھ بھی استعمال کر رہا ہے تو اس پر نکیر نہ کی جائے (اس کو ناجائز وحرام نہ کہا جائے) ہاں یہ وضاحت واعلان ہوتا رہے کہ مسنون

طریقہ صرف یہی ہے کہ تسبیحات کے لیے محض داہنے ہاتھ ہی پر اکتفا کیا جائے۔

(۱۱).....موصوفؒ ہی ایک اور سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

فالاولیٰ عدالتسبیح بالاصابع، لأن النبی ﷺ کان یعقد التسبیح بأصبعه بیده الیمنی . (فتاویٰ نورعلی الدرب:٤/٥٢٤)

اس عبارت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اولیٰ اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھوں پر ہی شمار کی جائیں (پڑھی جائیں، گنی جائیں) اس لیے کہ نبیٔ اکرم ﷺ بھی تسبیحات (اور اوراد و وظائف) ہاتھ کی انگلیوں (کے پوروں) پر پڑھتے تھے اور اس کے لیے صرف داہنا ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ دونوں عبارتوں سے خوب واضح ہے کہ سنت طریقہ صرف داہنے ہاتھ پر شمار کرنا ہے۔

(۱۲).....محقق العصر علامہ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر السلمنتی الہیتمی الازہری الوائلی السعدی المکی الانصاری الشافعیؒ فرماتے ہیں:

وصح "أنه ﷺ کان یعقد التسبیح بیمینه".

وورد أنه قال: "واعقدوه بالأنامل، فإنهن مسؤولات مستنطقات" وهذا یشمل أنامل کل من الیمین والشمال ، فإما أن یحمل لیوافق الأول علی أنامل الیمین أو ذاک لبیان الأفضل ، وهذا البیان ما یحصل به أصل السنة ، بل کمالها إن لم یعرف غیره، ویؤیده ماجاء بسند ضعیف عن علی رضی اللّٰه عنه مرفوعا: " نعم الذکر المسبحة ".

(فتح الالٰه فی شرح المشکاة ،تتمة کتاب الصلاة ،باب الذکر بعد الصلاة ، ص:١٨٥ ج:٤ مع التحقیق والتخریج والتعلیق للشیخ أحمد فرید المزیدی)

ترجمہ: اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ داہنے ہاتھ سے تسبیح پڑھتے تھے۔

اور منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تسبیحات کو (انگلیوں کے) پوروں پر شمار کرو، اس لیے کہ ان کو گویائی دی جائے گی، اور ان سے سوالات کیے جائیں گے۔ یہ روایت دائیں اور بائیں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو شامل ہے، لہٰذا اس کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر محمول کیا جائے، تاکہ پہلی روایت کے مطابق ہو جائے، یا یہ کہ پہلی روایت افضلیت کو بیان کرنے کے لیے ہے، اور اس بیان سے اصل سنت ادا ہو جائے گی، بلکہ کمال سنت (کی بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی) اگر دوسری صورت کا علم نہ ہو۔ اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف روایت "**نعم الذكر المسبحة**" سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۳).....فضیلۃ الشیخ الفقیہ المغربی ابی عبداللہ محمد الفضیل بن الفاطمی الادریسی الشبیہی الزرھونی شرحِ صحیح البخاری المعروف بہ ''شرح مغربی مالکی علی صحیح البخاری'' میں لکھتے ہیں:

"في شأنه كلّه": أي من كل ماهو من باب التكريم، والتزيين كالطهور، ولبس الثوب، والسراويل، والخف، ودخول المسجد، والصلاة في يمنته، وميمنة الامام، والأكل والشرب، والاكتحال، والسواك، وتقليم الأظفار، وقص الشارب، ونتف الابط، وحلق الرأس، والخروج من الخلاء، وغير ذلك ممّا في معناه، فكل ذلك يُطْلَبُ فيه التيمّن.

ابنُ غازي: ولهذا قال البلالي في اختصار الاحياء: "يندب عدّ أوراد الأذكار باليد اليمنى" هـ، وما كان بضد ذلك كالخروج من المسجد،

ودخول الخلاء ، والامتخاط ، والاستنجاء ، وخلع الثوب والسراويل ، ونحو ذلک ، يُطلب فيه التياسر ،فقوله: "في شأنه كله"عامٌ أريد به الخصوص.

(الفجر الساطع على الصحيح الجامع ، كتاب الوضوء ، باب التيمن في الوضوء والغسل، ص:۳۳۱تا۳۳۲ ج۱، بتحقيق الدكتور عبدالفتاح الزنيفى:مكتبة الرشد، ناشرون)

ترجمہ:(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ:)''آپ ﷺ ہر پسندیدہ کام میں داہنی طرف کو ہی مقدم کرتے تھے''۔یعنی ہر وہ کام جو محترم ومکرم اور باعثِ زینت ہوتا تھا، جیسے پاکی حاصل کرنا (وضو وغسل وغیرہ)، کپڑے، پائجامہ اور موزے کا پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسجد کے داہنے حصہ میں نماز پڑھنا، امام کے دائیں طرف ہونا، کھانے، پینے ،سرمہ لگانے ،مسواک کرنے ،ناخونوں کے تراشنے ،مونچھوں کے کترنے ،بغل کے بال اکھیڑنے ،سر مونڈوانے ، بیت الخلاء سے نکلنے اور ان کے علاوہ وہ سب کام جو تکریم کے قبیل سے ہیں، ان سب میں داہنی جانب ہی مطلوبِ شرع ہے۔

ابن الغازیؒ نے کہا: اور اسی وجہ سے (ابوعبداللہ محمد بن علی بن جعفر القاہری الشافعی) البلالی رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) مختصر الاحیاء میں کہا ہے کہ:

مندوب (ومستحب) ہے اور ادواذکار کو داہنے ہاتھ سے شمار کرنا۔ اور (ابوعبداللہ محمد الفضیل بن الفاطمیؒ کہتے ہیں) وہ چیزیں جو ان (ماقبل میں ذکردہ چیزوں) کی ضد ہیں جیسے مسجد سے نکلنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، ناک سنکنا، استنجاء کرنا، کرتا پائجامہ وغیرہ کپڑے کا نکالنا، اور ان جیسے کام۔ان سب میں بائیں جانب ہی کا استعمال مطلوبِ شرع ہے۔پس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد: "**في شأنه كلّه**"۔ (سب کاموں میں) عام ہے لیکن مراد اس کی خاص ہے۔

نوٹ: علامہ ابوعبداللہ محمد الفضیل بن الفاطمیؒ کے مذکورہ شرحِ صحیح البخاری بعض مقامات پر "**النهر الجاری علی الصحیح الجامع**" اور بعض مقامات پر "**شرح مغربی مالکی علی صحیح البخاری**" کے نام سے مشہور و متعارف ہے، جیسا کہ ''اتحاف المطالع'' میں مذکور ہے۔

(۱۴).....مشہور حنفی محدث وفقیہ علامہ ابوالحسن الحافظ المقرئ علی بن سلطان بن محمد القاری الہروی ثم المکی الحنفی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "**مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح**" میں تحریر فرماتے ہیں:

وَصَحَّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ.

(مرقاة، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة: ۳/ ۴۲، بتحقيق الشيخ جمال عيتاني، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔ لبنان)

ترجمہ: اور یہ بات (جو روایت میں ہے حضرات فقہاء ومحدثین کے یہاں مسلم اور) صحیح (مانی گئی) ہے کہ نبی پاک ﷺ تسبیحات صرف داہنے ہاتھ پر شمار کرتے تھے۔

(۱۵).....قطب الاقطاب، فخر الاماثل، ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ ملا علی قاری موصوفؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ الْقَارِيُّ: اِعْلَمْ أَنَّ فِيْ كُلٍّ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَاتِ الثَّلَاثِ رِوَايَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ،.....

وَصَحَّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ.

(أوجز المسالك الى مؤطامالك ،كتاب القرآن،٤/ ٣١٤ و٣١٥، باب: ٧، ح:٤٧٦،بتحقيق الدكتورتقي الدين الندوي ط:دارالقلم ،دمشق)

جس کا مفہوم وماحصل وہی ہے کہ یہ بات (جوروایت میں ہے حضرات فقہاء ومحدثین کے یہاں مسلم اور) صحیح (مانی گئی) ہے کہ نبی پاک ﷺ تسبیحات صرف داہنے ہاتھ پر شمار کرتے تھے۔

(۱۶).....مشہور حنفی فقیہ رأس المتأخرین علامہ ابن عابدین الشامیؒ کے استاذ وشیخ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفیؒ نے "**حاشية مراقي الفلاح**" میں لکھا ہے:

وَصَحَّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ.

(حاشية المراقي :٣١٦،ط:مكتبه زكرياديوبند)

ترجمہ:اور یہ بات (جوروایات میں آئی ہے حضرات فقہاء ومحدثین کے یہاں مسلم اورصد فیصد) صحیح (ولائق عمل مانی گئی) ہے کہ نبی پاک ﷺ تسبیحات صرف داہنے ہاتھ پر شمار کرتے (پڑھتے) تھے۔

(۱۷).....علامہ جمال الدین محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی گجراتی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔لکھتے ہیں:

ينبغي أن يكون باليمين.

(تكمله مجمع بحارالأنوارفي غرائب التنزيل ولطائف الأخبار،الجزء :٥ص:٥٤٤،تحت:[عقد] ،ط:دائرة المعارف العثمانية بحيدرآبادالدكن،الهند)

ترجمہ:مناسب یہی ہے کہ تسبیحات صرف دائیں ہاتھ سے پڑھی جائیں۔

(۱۸).....علامہ نواب قطب الدین خاں دہلویؒ شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں:

ان تسبیحات کے ورد کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ انہیں داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ انہیں انگلیوں پر شمار کرو؛ کیونکہ قیامت کے روز انگلیوں سے (بندہ کے اعمال کے سلسلہ میں) سوال کیا جائے گا اور (جواب کے لیے) انہیں گویائی کی قوت دی جائے گی۔ صحابہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ انہیں کھجور کی گٹھلیوں پر پڑھتے تھے۔ بہرحال ان تسبیحات کو انگلیوں پر پڑھنا ہی افضل ہے اور گٹھلیوں وغیرہ پر پڑھنا بھی جائز ہے۔

(مظاہر حق جدید: ۱/ ۶۲۵، ۶۲۶، ط: دار الاشاعت، کراچی)

مذکورہ حضرات محدثین کرام اور فقہائے عظام کے علاوہ مندرجہ ذیل کبارِ محدثین ومحققین حضرات نے بھی **بالتصحیح أو التحسین** تسبیحات؛ دائیں ہاتھ ہی سے پڑھی جانے والی روایت اپنی اپنی کتب میں درج کی ہے۔

مثلاً (۱۹).....امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی کتاب **"الأدب المفرد"** کی تعلیق وتخریج اور تحقیق پر مشتمل کتاب **"صحیح الأدب المفرد"** کے حاشیہ میں محقق ومحشی شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ایک بڑی منقول ومعقول اور اہم تحقیق تحریر کی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دائیں ہاتھ والی حدیث بھی بالسند المتصل مذکور ہے۔

يعني: اليمنى كما في رواية لأبي داؤد (١٥٠٢)، ومن زعم من المعاصرين الأحداث في هذا العلم أنَّها زيادة مدرجة من شيخ أبي داؤد: محمد بن قدامة - فمن جهله - أتى، ثم هي زيادة مفسرة لرواية "بيده"

مناسبة لجلالة ذكر الله وتسبيحه ، كما يدل على ذلك قول عائشة رضى اللّٰه عنها:" كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وطعامه ، وكانت يده اليسرى لخلائه وما كان من أذى". رواه أبوداؤد بسند صحيح. (صحيح أبى داؤد:٢٦) **ولايشك ذولب أنَّ اليمنى أحق بالتسبيح من الطعام ، وأنَّه لايجوز أن يلحق بِـ"ما كان من أذى" ! وهذا بين لايخفى ان شاء الله ، وبالجملة فمن سبح باليسرى فقد عصى، ومن سبح باليدين معاً، كما يفعل كثيرون فقد﴿خلطوا عملاً صالحاً و آخر سيئًا عسى الله أن يتوب عليهم﴾ ، ومن خصه باليمنى فقد اهتدى ، وأصاب سنة المصطفى ﷺ.**

(صحيح "الأدب المفرد للامام البخاري" :٤٧١ حاشية:(٢)،ط:مكتبة الدليل ،المملكة العربية السعودية.الجبيل الصناعية)

ترجمہ: یعنی داہنا ہاتھ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت (۱۵۰۲) میں ہے۔اور اس علم میں کچھ نو وارد معاصرین کا یہ خیال ہے کہ ''یہ زیادتی ابوداؤد کے شیخ محمد بن قدامہ کی جانب سے آ گئی ہے''، لیکن یہ بات ان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

نیز یہ زیادتی بیدہ کی تفسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح کی عظمت کے شایان شان ہے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت **کانت يد الخ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ پاکی حاصل کرنے اور کھانے کے لیے ہوتا تھا، اور بایاں ہاتھ استنجا اور گندی چیزوں کے لیے۔ابوداؤد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے) اس

بات پر دلالت کر رہی ہے۔

اور صاحب ہوش وخرد کو اس میں کوئی شک نہیں کہ داہنا ہاتھ کھانے کے مقابلے میں تسبیح کے لیے زیادہ حقدار ہے اور یہ کہ جائز نہیں ہے کہ تسبیح کو گندگی کی چیزوں کی صف میں لا کھڑا کیا جائے اور یہ بات بالکل واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں، **ان شاء اللّٰہ**.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھی اس نے گناہ کا کام کیا اور جس نے بیک وقت دونوں ہاتھ سے تسبیح پڑھی جیسا کہ بیشتر لوگوں کا عمل ہے تو یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ کچھ برے عمل بھی کر لیے، امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ کو قبول فرمالے۔

اور جس نے تسبیح کے لیے داہنے ہاتھ کو خاص کر لیا، تو وہ ہدایت یافتہ ہے اور اس کا عمل سنت کے مطابق ہے۔

(۲۰).....شیخ المشایخ فخر المحدثین قدوۃ السالکین حضرت مولانا خلیل احمد انصاری (انبہٹوی) سہارنپوری ثم مدنی نے "**بذل المجهود**" میں اور آپ کے لائق فائق تلمیذ وخلیفہ ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی "**بذل المجهود**" کی تعلیقات میں "**بِيَمِيْنِهٖ**" کی زیادتی بہ صراحت نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۵۰۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، فِي آخَرِيْنَ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَفَّامٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ:

"رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ۔ قَالَ ابْنُ

قُدَامَةَ:۔ بِيَمِينِهِ".

(عن الأعمش ، عن عطاء بن السائب ، عن أبيه ، عن عبد الله بن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يعقد التسبيح) أي يعقد الأنامل بالتسبيح (قال ابن قدامة) الشيخ الثاني لأبي داود:(بيمينه) أي بيده اليمنى ، زاد هذا اللفظ ابن قدامة ولم يذكره عبيد الله.

(بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد:٦/٢٣٣،كتاب الصلاة/باب التسبيح بالحصى:٣٦٠،ح:١٥٠٢،بتعليقات الشيخ محمدزكرياالكاندهلوي،ط:مركز الشيخ ابى الحسن الندوى ،اعظم گڑھ)

پوری عبارت کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ دائیں ہاتھ ہی کی انگلیوں کے پوروں پر تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔

(۲۱) ..... علامہ شمس الحق ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری الدمشقی الشیر ازی الشافعی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث پاک نقل کی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ بِيَمِيْنِهِ.

(الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين:٥٢،بتحقيق الدكتور عبدالرؤوف الكمالي،ط:غراس للنشر والتوزيع،كويت)

(۲۲).....علامہ ابوالحسن الحافظ المقرئ ملا علی القاری الہروی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔''حصن حصین'' کی شرح میں مذکورہ روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وقال العلماء:ينبغي أن يكون عدالتسبيح [باليمين].

(الحرز الثمين للحصن الحصين :٢١٤،بتحقيق الدكتور محمد اسحاق محمد آل ابراهيم،ط:مكتبة الملك فهد الوطنية)

ترجمہ:اور علماء نے کہا کہ: مناسب یہ ہے کہ تسبیحات داہنے ہاتھ پر شمار کی جائیں۔

(۲۳).....ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مذکورہ شرح کے محقق فضیلۃ الشیخ الدکتور محمد اسحاق محمد آل ابراہیم۔حفظہ اللہ ورعاہ۔**أستاذ السنة وعلومها بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ،الرياض** شیخ ناصر الدین البانی کی "**الضعيفة**" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(۲۴).....**فهذا هو السنة في عد الذكر المشروع عده، انما هو باليد، وباليمنى فقط ، فالعد باليسرىٰ أو باليدين معا، وبالحصى كل ذلك خلاف السنة.** (الحرز الثمين للحصن الحصين :٢٢٤،تحت:"وممن مشاها" ١،بتحقيق الدكتور محمد اسحاق محمد آل ابراهيم،ط:مكتبة الملك فهد الوطنية)

ترجمہ: پس یہی سنت ہے ذکر (اور تسبیح) کے شمار کے سلسلہ میں کہ اس کو شمار ہی کیا جائے ہاتھ سے۔اور وہ بھی صرف داہنے ہاتھ سے، پس بائیں ہاتھ سے یا دونوں ہاتھوں پر شمار کرنا، اور گٹھلیوں کے ذریعہ (شمار کرنا)۔یہ سب طرائق وذرائع خلافِ سنت ہیں۔(فيه نظر ، الخيّر)

(۲۵).....اور علامہ محمد بن علی بن محمد علان البکری الصدیقی الشافعیؒ نے شرح الاذکار النواویۃ میں مذکورہ قول "**وقال العلماء :ينبغي أن يكون عد التسبيح باليمين**" علامہ ابوالخیر محمد ابن الجزریؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔

(دیکھئے:الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية:١٤٥،ج:١،بتحقيق الشيخ عبدالمنعم خليل ابراهيم،ط:دار الكتب العلمية ،بيروت،لبنان)

(۲۶).....جیسا کہ شیخ بکر بن عبداللہ بن محمد ابوزید بن ابوبکر بن عثمان بن یحییٰ بن غیہب الدوادمی رحمہ اللہ تعالیٰ، سابق رئیس: **المجمع الفقهی الاسلامی التابع لرابطة العالم الاسلامی** ورکن: **مجلس القضاء السعودی وهیئة کبار العلماء السعودیة واللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء** نے "**لاجدید فی احکام الصلاة**" میں اس کو ابن الجزری کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ولم أرَ إلاَّ قول ابن الجزری کمافي "شرح ابن علان للأذکار": (۱/ ۲۵۱)

:(وقال أهل العلم :ینبغی أن یکون عددالتسبیح بالیمین)انتهی.

ولم أرَه علی التفصیل:

ومن کان عنده فضل علم فلیرشدالیه ، مع أن الحجة هی السنة .

(لاجدید فی احکام الصلاة بزیادة مشروعیة ضم العقبین فی السجود: ۵۹، ط:دارالفا ودارابن الجوزی،القاهرة)

اور اقرب الی الصواب بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ ہمارے پیش نظر "حصن حصین" کا ایک نایاب قلمی نسخہ بھی ہے، جو شمس الدین محمد بن محمد بن علی العمری کا لکھا ہوا ہے اس میں یہ عبارت:

ولهذا اتخذ أهل العبادة وغیرهم التسبیح ، وقال العلماء :ینبغی أن یکون عدالتسبیح بالیمین. ابن الجزری ہی کی طرف منسوب ہے، اس لیے کہ اس میں صرف حصن حصین ہی کا متن ہے۔

(مخطوطة مفتاح الحصن الحصین:۷، الناشر:بلدیة الاسکندریة)

(۲۷).....فضیلۃ الشیخ المحقق الثبت الدکتور ابوأدیب محی الدین دیب مستوالد مشقی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سابق استاذ دار المعلمین والمعلمات، حمص ودمشق۔ لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ. وفي رواية "بِيَمِيْنِهِ".

حسن، أخرجه أبو داؤد في الصلاة (١٥٠٢) وفي الأدب (٥٠٦٥) والترمذي في الدعوات (٣٤٨٦) والنسائي في الافتتاح (٣/٧٤-٧٥).

لغة الحديث: يعقد التسبيح: يعقد عدد ماقاله من التسبيح بيمينه.

(لوامع الأنوار شرح كتاب الأذكار، الجزء:١، ص:٥٨، ط:دار ابن كثير-دار الكلم الطيب)

علامہ موصوف سنن ابی داؤد کی مشہور روایت اور اس کی تخریج نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''عقدِ تسبیح'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جو کلماتِ تسبیح کہتے تھے ان کی تعداد کو داہنے ہاتھ سے شمار کرتے تھے۔

(۲۸).....محدثِ زمانہ مسند الزمان امام ابوبکر بن الحسین بن علی بن موسی الخراسانی البیہقی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نے بھی اپنی معروف ومتداول کتاب "**السنن الکبری**" میں دائیں ہاتھ کی زیادتی والی حدیث مبارک ہی کو **بالسند المتصل** نقل کیا ہے۔، ملاحظہ ہو:

قال البيهقي. رحمه الله. حدثنا أبو الحسن علي بن عبد الله الخسروجردي، أنبأنا أبو بكر أحمد ابن ابراهيم الاسماعيلي، حدثنا أبو حفص عمر بن الحسن الحلبي، حدثنا محمد ابن قدامة بن أعين، حدثنا عثام

عن الأعمش ،عن عطاء ابن السائب ،عن أبيه ، عن عبد الله بن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يعقد التسبيح بيمينه.

(السنن الكبرى ،كتاب الصلاة،باب الترغيب في مكث المصلي في مصلاه لاطالة ذكر اللّٰه تعالى في نفسه ،الخ :٢/٢٦٦،ح:٣٠٢٧-٢/١٨٧من طريق أخرى، بتحقيق: محمد عبدالقادرعطا، ط:دارالكتب العلمية ، بيروت ـ لبنان)

(۲۹).....موصوفؒ ہی نے ایک دوسرے مقام پر یعنی "**الدعوات الکبیر**" میں بھی دائیں ہاتھ کی زیادتی والی روایت بلاچون وچرادرج کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

٣٧ـباب عقد التسبيح

٣٣١ـأخبرنا أبوعبدالله الحافظ أخبرنا أبو الطيب محمد بن أحمد بن الحسن الحيري حدثنا محمد بن عبدالوهاب الفراء أخبرنا علي بن عَثَّام العامري حدثنا أبي حدثنا الأعمش عن عطاء بن السائب عن أبيه عن عبد الله ابن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يعقد التسبيح.

٣٣٢ـوأخبرنا أبو علي الرُّوذْباري اخبرنا أبوبكر بن دَاسَة حدثنا أبوداود حدثنا محمدبن قدامة حدثنا عثام ، فذكره باسناده نحوه ، زاد في حديثه : "بيمينه". (الدعوات الكبير:١/٤٤٤،٢٨٠و٢٨١،بعناية بدربن عبدالله البدر،ط:غراس للنشر والتوزيع،كويت)

(۳۰).....شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس حافظ احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابن تیمیہ النُّمیر ی الحرانی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حدیث پاک نقل کرتے ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهٖ. (الكلم الطيب:٩٦)

مطلب یہ ہے کہ صحابیٔ رسول کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تسبیحات اپنے ہاتھ سے شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے شیخ ابن قدامہ ابن اعینؒ کے مشہور طریق سے معلوم ہوگیا کہ وہ داہنا ہاتھ تھا۔

(۳۱).....شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "**الكلم الطيب**" پر مذکورہ روایت کے ذیل میں اس کتاب کے محقق ومحشی شیخ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں:

أي: بيمينه ، فالتسبيح باليدين معاخلاف السنة ، والعجب من أناس يأكلون باليداليمنى فقط ، ويسبحون بهما!!.

(صحيح الكلم الطيب:٦٧،حاشية:(١)،ط:مكتبة المعارف،الرياض)

مطلب یہ ہے کہ تسبیحات دونوں ہاتھوں پر پڑھنا خلافِ سنت ہے اور لوگوں پر تعجب ہے کہ کھاتے تو ہیں صرف داہنے ہاتھ سے اور تسبیحات پڑھتے ہیں دونوں ہاتھوں سے!!۔

(۳۲).....مذکورہ کتاب کے محقق شیخ ناصر الدین البانی علیہ الرحمہ "**الكلم الطيب**"ہی پر ایک اور مقام میں حاشیہ:(۷۹) ڈال کر لکھتے ہیں:

وفى رواية لأبي داوٗد:"يعقد التسبيح بيمينه". واسنادها صحيح عندى. وحسّنها النووي في "الأذكار". لكنه عزاها للنسائي فوهم ، فإن الذي خرجه النسائي إنما هو الرواية الأولى. وأما أبوداود فأخرجهما

كلتيهما معا. وقال الحافظ في "نتائج الأفكار" (ق١/١٨):

" حديث حسن ، رجاله كلهم ثقات ؛الا عطاء بن السائب اختلط، ورواية الأعمش عنه قديمة ، فإنه من أقرانه".

قلت: وقد تابعه حماد بن زيد باللفظ الأول ، وهو انما سمع من عطاء قبل الاختلاط؛ فالسند صحيح قطعاً ، وقد أخرجه ابن حبان في "صحيحه"(رقم:٢٣٤٣).

وانما خص الحافظ الرواية الأولى بالكلام لكونها نصاً في التسبيح باليمنى ، وإن كانت الأولى لاتخرج عن معناها كما هو ظاهر، وعليه فالتسبيح باليدين كلتيهما معاً خلاف السنة ، وكيف يليق بالمسلم أن يسبح باليد التي يستنثر بها ويستنجى بها؟!

(الكلم الطيب:١١٣تا١١٤،ح:١١٢،بتحقيق الشيخ ناصر الدين الألبانی ط:مكتبة المعارف للنشر والتوزيع،الرياض)

ترجمہ: اورابوداؤد کی روایت میں ہے کہ: تسبیح کو داہنے ہاتھ سے شمار کرتے تھے۔ اوراس کی سند میرے نزدیک درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے، جبکہ نووی نے کتاب الاذکار میں اسے حسن قرار دیا ہے، لیکن اس کو نسائی کی طرف منسوب کیا چنانچہ ان سے وہم ہوگیا، اس لیے کہ نسائی نے صرف پہلی روایت کی تخریج کی ہے؛ جبکہ ابوداؤد نے دونوں روایتوں کی ایک ساتھ تخریج کی ہے۔اور حافظ نے نتائج الافکار (ق ۱/۱۸) میں کہا کہ:

''یہ حدیث حسن ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں عطاء بن سائب کو چھوڑ کر جو کہ سیئ الحفظ

ہیں۔اور اعمش نے جو روایتیں ان سے لی ہیں وہ شروع زمانے کی ہیں اس لیے کہ وہ ان کے ہم عصر ہیں''۔

میں کہتا ہوں کہ حماد بن زید نے اعمش کی پہلے والے لفظ میں متابعت کی ہے، اور انہوں نے عطا سے ان کے سیئ الحفظ ہونے سے پہلے سماعت کی ہے، لہٰذا سند قطعی طور پر صحیح ہے، اور نیز ابن حبان نے اسے اپنی صحیح (۲۳۴۳) میں تخریج کی ہے۔

اور حافظ نے پہلی روایت پر خاص طور پر کلام اس لیے کیا ہے کہ وہ داہنے ہاتھ سے تسبیح پڑھنے کے سلسلے میں صریح ہے۔

اور اگر پہلی روایت اپنے مفہوم سے خارج نہیں ہوگی؛ جیسا کہ ظاہر ہے، پس اس بنیاد پر بیک وقت دونوں ہاتھ سے تسبیح خلاف سنت ہے اور ایک مسلم کو یہ بات کیسے زیب دے سکتی ہے کہ وہ اسی ہاتھ سے تسبیح پڑھے جس سے وہ ناک صاف کرتا ہے، اور استنجا کرتا ہے؟!۔

(۳۳).....شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اپنی کتاب میں باب منعقد کرتے ہیں:

بَابٌ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسَبِّحُ؟ یعنی یہ باب اس اہم امر کی وضاحت کے لیے قائم کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تسبیحات کیسے پڑھتے تھے؟ پھر اس کے ذیل میں مذکورہ حدیث نقل کر کے مختلف کتبِ حدیث کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ ہی سے تسبیح گنتے (پڑھتے) تھے۔(**حصن المسلم من أنكار الكتاب والسنة:۱۵۱**)

(۳۴).....موصوفؒ اپنی ایک اور دوسری کتاب میں سوال قائم کرتے ہیں:

كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسَبِّحُ؟ یعنی باب یہ قائم کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تسبیحات کیسے پڑھتے تھے؟ اور پھر اس کے بعد جواب کے طور پر حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قال: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ بِيَمِيْنِهِ.

(الذكر والدعاء والعلاج بالرقى من الكتاب والسنة :١٧)

جس کا مضمون یہی ہے کہ آپ ﷺ تسبیح دائیں ہاتھ پر گنتے (شمار کرتے اور پڑھتے) تھے۔

(۳۵).....محی السنۃ علامہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی ۔رحمہ اللہ تعالیٰ ۔نے بھی یہی مذکورہ بالا حدیث پاک اپنی معروف ومتداول کتاب **"شرح السنة"** میں نقل کی ہے۔(شرح السنة:٥/٤٧،صحيح الجامع:٤/٢٧١،رقم:٤٨٦٥)

(۳۶).....حافظ الدنیا شارح صحیح البخاری علامہ شہاب الدین ابوالفضل احمد المعروف بہ" ابن حجر" بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن احمد الکنانی العسقلانی ثم المصری الشافعی ۔رحمۃ اللہ علیہ۔ لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قال: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ بِيَمِيْنِهِ. (نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار:١/٨٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جیسے ماہر اور حاذقِ حدیث کا اس حدیث کو نقل کر دینا، یا یوں کہہ لیں کہ صرف اس کا ثبوت تسلیم کر لینا اس بات کی بین شہادت ہے کہ اس روایت میں **"بیمینہ"** کی زیادتی ثابت وصحیح ہے۔

(۳۷).....مسند الاحناف محدث وفقیہ علامہ بدر الدین محمود عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

''شرحِ سنن أبي داؤد'' میں **كتاب الصلوة، باب التسبيح بالحصى** کے ذیل میں یہی دائیں ہاتھ والی روایت بلا نقد وجرح نقل کی ہے۔

(شرح سنن أبي داؤد :٥/٤١٣،ط : مكتبة الرشد،الرياض)

(۳۸).....شارحِ صحیح مسلم علامہ شرف الدین نووی علیہ الرحمہ نے بھی اس حدیث پاک کے اندر دائیں ہاتھ کی صراحت نقل کی ہے۔(كتاب الأذكار:١/١٨، ت: عبدالقادرالأرنوط،ط:دارالفكر بيروت .وص:١٩،ط:الحلبى ، وص : ٢٨،ط:دارالغدالعربي)

(۳۹).....علامہ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے بھی "**عون المعبود عربی شرح سنن أبي داؤد**" میں دائیں ہاتھ ہی کی صراحت کی ہے۔

(عون المعبود:١/٨٠٧،ط:بيت الأفكار الدوليه)

(۴۰).....شیخ صلاح محمد ابوالحاج۔حفظہ اللہ ورعاہ۔**عميد كلية الفقه الحنفى** نے "**نزهة الفكر في سبحة الذكر**" کی تعلیقات میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی دائیں ہاتھ کی زیادتی کی صراحت کو صحیح مان کر اسے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے ۔(نزهة الفكر:٢٥)

(۴۱).....امامِ وقت، محقق العصر حضرت اقدس ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "**هدية الأبرار في سبحة الأذكار**" میں آپ ﷺ سے تسبیحات کے شمار کرنے میں دائیں ہاتھ کی بھی صراحت نقل کی ہے۔(هدية الأبرار:٢٥)

(۴۲).....**وزارة الأوقاف والشئون الاسلامية، كويت** سے

جو "الموسوعة الفقهية" (فقہی انسائیکلوپیڈیا) شائع ہوا ہے، اس میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قال: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ بِيَمِيْنِهِ. (الموسوعة الفقهية، مادة تسبيح: ١١/٢٨٤)

اس کا مقصد وخلاصہ بھی یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ تسبیحات میں دائیں ہاتھ ہی کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔

(۴۳).....نمونۂ سلف مفسر، محدث، فقیہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی برنی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرح الحصن میں بہ حوالۂ سنن النسائی یہی ثابت کیا ہے۔

(فضل مبين: ٤٨)

(۴۴).....مشہور عالمی شخصیت فضیلۃ الشیخ الدکتور صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ۔ **حفظه الله ورعاه** ۔ کے اشراف میں **"الكتب الستة"** کا جو قیمتی وبیش بہا نسخہ **'موسوعة الحديث الشريف'** شائع ہوا ہے، الحمدللہ! اس کے سنن أبي داؤد والے نسخہ میں بھی **"بِيَمِيْنِهِ"** کی زیادتی موجود ومحفوظ ہے۔ (دیکھئے: الكتب الستة: ١٣٣٤)

بہت سے طُرقِ حدیث میں صرف ہاتھ کا ذکر آیا ہے:

بہت سے حضرات مذکورہ حدیث عمرو ابن العاصؓ کے متعلق یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس حدیث کے اکثر طرق میں بیدہ کا لفظ ہے، جس میں یہ قید نہیں ہے کہ وہ دایاں ہو یا بایاں؟

(۴۵).....دراصل یہ بات خود قاعدۂ شرعیہ سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا شدہ ہے، اس لیے کہ زبانِ شرع میں لفظِ ید دائیں ہاتھ پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ فتاوی اللجنۃ الدائمۃ میں ایک تفصیلی سوال کے وضاحتی جواب میں ہے:

لعل أعدل الأقوال في هذه المسألة هو التوسط فيها ، فيقال: ان الأصل أن يكون عقد التسبيح باليد اليمنى؛.....ليس فيها أنه كان يعقد التسبيح بيديه جميعا،والالقال:"بيديه"،فترجح أن يكون المراد بهااحدى اليدين ،ولاقائل بأنهااليسرى فقط،فيترجح .أويتعين.أن تكون "اليد" هنا هي "اليمين"،لماهو معلوم من قاعدة الشرع في مثل ذلك :أن تقدم فيه اليداليمنى .(فتاوى اللجنة الدائمة:٧/١٠٥،١٠٧)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تمام باتوں میں سے معتدل بات یہ لگتی ہے کہ اس میں بین بین کا معاملہ ہو، وہ یہ کہ یوں کہا جائے: اصل یہی ہے کہ تسبیح صرف دائیں ہاتھ پر شمار ہوں؛.....اس لیے کہ اس حدیث کی کسی بھی سند یا طریق میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ساتھ دونوں ہاتھ پر تسبیح شمار کرتے تھے۔اگر ایسا ہوتا تو **یدیہ** کا لفظ ہوتا، پس یہ بات تو علی وجہ الترجیح طے ہوگئی کہ مراد **ید** (ہاتھ) سے دونوں ہاتھوں میں سے کوئی ایک ہاتھ ہے ۔اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ وہ صرف بایاں ہاتھ ہے ۔پس یہ بات راجح طور پر متعین ہوگئی کہ ہاتھ سے مراد یہاں صرف دایاں ہاتھ ہے، اس لیے کہ مشہور و معروف اور معلوم قاعدۂ شرعیہ ہے کہ اس جیسے مقام پر دائیں ہاتھ ہی کو مقدم کیا جائے۔

(۴۶).....علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف الحزامی النووی الشافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قال أصحابناوغيرهم من العلماء :يستحب تقديم اليمين فى كل ماهو من باب التكريم .....ودليل هذه القاعدة أحاديث كثيرة فى الصحيح ،منها:

حديث عائشة رضي الله عنهاقالت :"كان رسول الله ﷺ يعجبه التيمن في شأنه كله في طهوره وترجله وتنعله" .رواه البخاري ومسلم.

وعن عائشة أيضا قالت :" كانت يدرسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وطعامه ،وكانت اليسرى لخلائه وماكان من أذى". حديث صحيح رواه أبوداؤدوغيره باسناد صحيح.

(المجموع شرح المهذب: ١/٤١٨،وينظر :رياض الصالحين:٤٠٥)

امام نووی رحمہ اللہ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے حضرات شافعیہ اور دیگر علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ وہ کام جو نیکی اور تکریم کے قبیل سے ہیں ان کے لیے دایاں ہاتھ ہی استعمال کرنا، اسی کو مقدم کرنا مستحب ہے .....اور اس قاعدہ کی دلیل میں بہت سی احادیثِ صحیحہ پیش کی جاسکتی ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر اچھے کام میں داہنی جانب کو پسند فرماتے تھے، حتی کہ وضو کرنے ،کنگھا کرنے اور چپل پہننے میں بھی ۔جس کو امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے ۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ پاک کاموں اور کھانے پینے کے لیے تھا۔اور بایاں ہاتھ مکروہ وناپسندیدہ کاموں کے لیے تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے جس کو امام ابوداؤ دوغیرہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔

(۴۷).....بلادِ عرب کے مشہور ومعروف دارالافتاء ''الفتوی'' میں ہے:

فالسنة عقد التسبيح بالأنامل؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: واعقدن

بالأنامل فإنهن مسؤولات مستنطقات،رواه الترمذى وأبو داود وغيرهما.

والمقصود بالعقد العد، وأما كيفية ذلك فلم نقف على دليل صحيح يبين ذلك، ومن عد بوضع طرف الإبهام على أنامل الأصابع الأخرى فقد عد بالأنامل، ومن وضع أطراف الأنامل على الكف فقد عد أيضاً بها، قال العلامة ابن علان الصديقى رحمه الله: يحتمل أن المراد العقد بنفس الأنامل أو بجملة الأصابع،قال: والعقد بالمفاصل أن يضع إبهامه فى كل ذكر على مفصل، والعقد بالأصابع أن يعقدها ثم يفتحها،وفى شرح المشكاة: العقد هنا بما يتعارفه الناس،فالأمر فى ذلك واسع.

والتسبيح باليد اليمنى واليسرى كلاهما جائز، وإنما الخلاف فى أيهما أفضل، هل هو الاقتصار على اليمنى دون اليسرى، أم الأفضل بهما معا لتشهد له الجميع؟ والذى رجحناه فى الفتوى رقم: ١١٨٢٩هو أن الاقتصار على اليمنى أفضل؛ لحديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يعقد التسبيح.قال ابن قدامة: بيمينه،رواه أبو داؤد وسكت عليه، وحسنه النووى في الأذكار وابن حجر الهيتمى فى شرح الأربعين النووية.

وابن قدامة: هو محمد بن قدامة بن أعين شيخ أبى داؤد توفى سنة ٢٥٠ هـ. قال النسائى: لا بأس به، ووثقه ابن حبان والدارقطنى،فزيادته مقبولة عند جماهير أهل العلم لأنه ثقة.

ترجمہ: تسبیحات کو انگلیوں پر شمار کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ: اور انگلیوں پر شمار کرو؛ کیونکہ ان سے دریافت کیا جائیگا اور ان کو قوت گویائی دی جائے گی۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابوداؤد وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

اور عقد (انامل) سے مراد شمار کرنا ہے، اور رہی بات اس کی کیفیت کی، تو ہمیں کسی ایسی دلیل صحیح پر واقفیت نہیں ہوسکی جو اس کو بیان کرتی ہو۔ اور جس نے انگوٹھے کے کنارے کو دوسری انگلیوں کے پوروں پر رکھ کر شمار کیا، تو اس نے انگلیوں پر شمار کیا، اور جس نے انگلیوں کے سرے کو ہتھیلی پر رکھا تو اس نے بھی انگلیوں پر شمار کیا۔

علامہ ابن علان صدیقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عقد انامل سے صرف پوروں یا مکمل انگلیوں (دونوں) کو مراد لیا جاسکتا ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ: پوروں پر شمار کرنے کی صورت یہ ہے کہ انگوٹھے کو ہر ذکر میں (پوروں کے) جوڑ پر رکھے، اور انگلیوں پر شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کو بند کرے پھر کھول دے۔

اور شرح مشکوۃ میں ہے: عقد (انامل) سے مراد وہ (صورت) ہے، جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو، لہٰذا اس باب میں گنجائش ہے۔

اور تسبیحات کا دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں سے پڑھنا جائز ہے، اور اختلاف صرف افضلیت کا ہے کہ آیا صرف داہنے پر اکتفا کیا جائے بائیں کے بغیر، یا دونوں پر شمار کرنا افضل ہوتا کہ (بروز قیامت) سب اس کے حق میں گواہی دیں؟ فتوی نمبر: ۱۱۸۲۹ میں ہم نے داہنے پر اکتفا کے افضل ہونے کو راجح قرار دیا ہے اس حدیث کی بناء پر جسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ

تسبیح پڑھ رہے تھے۔ابن قدامہ نے کہا: اپنے داہنے ہاتھ پر۔اس حدیث کوامام ابوداؤد نے روایت کیا ہےاوراس پرسکوت اختیار کیا ہے(جو کہ ان کے نزدیک قابل احتجاج ہونے کی دلیل ہے)،اورعلامہ نووی نے (اپنی کتاب) الاذکار میں،اور حافظ ابن حجر ہیتمی نے شرح اربعین للنووی میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

اورابن قدامہ: وہ محمد بن قدامہ بن اعین ہیں، یہ امام ابوداؤد کے استاذ ہیں، سنہ ۲۵۰ ہجری میں وفات پائی ہے،امام نسائی نے انہیں **لا بأس بہ** ،کہا ہے،اورابن حبان اور دارقطنی نے ان کی توثیق کی ہے،لہٰذا ان کی زیادتی جمہوراہل علم کے نزدیک مقبول ہوگی؛ کیوں کہ وہ ثقہ ہیں(اورثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے)۔

(۴۸).....**مدونة المرید**میں ہے:

عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعقد التسبيح.وفي رواية قال: يعقد التسبيح بيمينه،وفي لفظ :"بيده" وفي لفظ عند عبد الرزاق:"ولقد رأيت النبي-صلى اللّٰه عليه وسلم-يعدُّ هكذا، وعدَّ بأصابعه"، وفي لفظ البخاري في الأدب المفرد:"فرأيت النبي-صلى اللّٰه عليه وسلم-يعدّهن بيده،وهو حديث صحيح".

يستدل البعض بهذا الحديث على مشروعية عد التسبيح باليد اليمنى فقط لما فهم من لفظ اليد الوارد في الحديث وقالوا ان ابن عمرو رضي اللّٰه عنه اخبر ان التسبيح كان بيده ولم يقل بيديه وان بعض هذه الروايات جائت صريحة في ان التسبيح باليد اليمنى فقط،واستدلوا ايضاً

بـمـا ورد عـن يسيرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: عليكن بالتسبيح والتهليل والتقديس، واعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات.

يـعـنـى أن الأنـامـل تشهـد لـلذاكر، فأمرهن أن يعقدن عدد التسبيح مستعينات بالأنامل.

وان المقصود بالأنامل اليد اليمنى كما صرحت الروايات الأخرى.

واستـدلوا أيضًا بانه صلى الله عليه وسلم. كان يحب التيمن فى أمره كـلـه لـمـا ورد من قول عائشة.رضى الله عنها. (كان النبى صلى الله عليه وسـلـم يـحـب التيـمـن فـى ترجله وتنعله وطهوره وفى شأنه كله) حديث صـحـيـح. وقالوا ان المشروع هو التسبيح باليد اليمنى فقط وانه لا يجوز استـعـمـال غيـرهـا فـى التسبيـح والذكر خاصة فى أذكار ما بعد الصلاة، فمنعوا بذلك استعمال اليد اليسرى والسبحة وغيرها فى عد الذكر.

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ متعدد احادیث وروایات اور دیگر نقلی وعقلی شواہد کے پیش نظر دقیق النظر محدثین وفقہا اور حضرات علما کی ایک جماعت کا فیصلہ یہ ہے کہ تسبیحات صرف داہنے ہاتھ سے شمار کرنا مسنون ہے۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا استعمال ممنوع ہے۔

(۴۹).....مشہور زمانہ فقیہ وداعی شیخ محمد صالح المنجد فلسطینی سعودی سوری۔ حفظہ اللہ ورعاہ۔ امام وخطیب مسجد عمر بن عبدالعزیز، عقربیہ، الخبر لکھتے ہیں:

وأمّـا بـالـنسبة لـعـقـد التسبيـح فـإنَّ السنَّة أن يكون بـأصـابع اليد اليـمـنـى. ويـجـوز باليُسرى. والدليل على أفضلية اليمنى ما رواه أبو داؤد

رحمه الله تعالى فى سننه قال حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ فِي آخَرِينَ قَالُوا حَدَّثَنَا عَفَّامٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ بِيَمِينِهِ. سنن أبى داود كتاب الصلاة: باب التسبيح بالحصى. (معاني الأذكار:١٠٢)

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ مسنون طریقہ تسبیحات کو شمار کرنے کے لیے وہ صرف دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا ہے، جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

دائیں ہاتھ کی صراحت والی روایت پر ایک علمی وفنی تحریر:

(۵۰).....شیخ فریح بن صالح البہلال رحمہ اللہ 'مجلة البحوث الاسلامية ' کے تحت شائع ہونے والے اپنے ایک وقیع مقالہ میں لکھتے ہیں:

بيان أ ن عقد التسبيح فى هذاالحديث يكون باليداليمين:

اعلم أن معنى عقد التسبيح عده، كما جاء صريحا في روايةالبخارى بلفظ"يعد التسبيح بيده".

وقد اختلف لفظ عقد التسبيح بواسطة نقل الرواة له فى هذا الحديث فجاء مطلقا مثل لفظ "يعقد التسبيح"كما عند النسائي والبغوى والحاكم.

أى أن اطلاقه يتناول عقده بالحصى والنوى واليد وغير ذلك .ولكن جاء تقييده بعقده بيده ﷺ كما عند أحمد والبخارى والنسائي والترمذى وابن ماجه وابن أبى شيبة وابن حبان والبغوى بلفظ "يعدهن بيده"

و"يعقدهن بيده" "يعقدهن في يده". "يعقدها بيده" يعقد التسبيح بيده".

وكونه قيد عقد التسبيح بيده مطلق أيضا في اليد لأنه يتناول أنه يعقدهن بيديه معا جاء تقييده بعقده باليد اليمين عند أبى داؤد والبيهقى بلفظ "يعقد التسبيح بيمينه".

والمراد يعد التسبيح بأصابع اليد اليمين أو بأناملها فقد ورد فى بعض ألفاظ هذا الحديث عند عبد الرزاق "يعد هكذا وعد بأصابعه".

وجاء فى حديث يسيرة " أن النبى ﷺ أمرهن أن يراعين بالتكبير والتقديس والتهليل وأن يعقدن بالأنامل فانهن مسؤولات مستنطقات" رواه ابوداؤد وغيره. وفيه هانيء بن عثمان الجهنى وحميضة بنت ياسر قال الحافظ فى التقريب انهما مقبولان وبقية رجاله ثقات.

ولايرد على رواية عقد التسبيح باليمين كون الأعمش .وهو مدلس.تفرد بروايتها لأمور:

الاول:. أن الأعمش ثقة حافظ امام ، وقد قال الحافظ فى طبقات المدلسين : " انه ممن احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له فى الصحيح لامامته وقلة تدليسه فى جانب ماروى".

الثانى:.أن الأعمش قد عاصر عطاء بن السائب فى بلد واحد ، فالعصر واحد والبلد واحد وهو الكوفة ، توفى عطاء سنة (١٣٦هـ) وتوفى الأعمش سنة (١٤٨هـ)وهذا يدل على صحة سماع الأعمش من عطاء.

الثالث: .أن الأعمش لم ينفرد برواية هذا الحديث عن عطاء حتى يتطرق اليه احتمال التدليس فيه ، بل قد رواه عن عطاء الجم الغفير من الحفاظ الثقات من أئمة المسلمين أمثال شعبة وسفيان الثورى وحماد بن زيد واسماعيل بن عليه وغيرهم، كلهم روى هذا الحديث عن عطاء أن النبى ﷺ "يعقد التسبيح بيده". فعقد التسبيح باليد ثابت قطعا ، ورواية الأعمش هذه بينت المراد باليد وهى اليمين.

الرابع: .أن التسبيح معناه: تنزيه الله عن النقص والعيب ولايليق بالمسلم أن يعقد ماينزه الله به باليد الشمال التى تزال بها الأقذار كالمخاط والاستنجاء و نحو ذلك.

الخامس: . أن جعل اليد اليمين للأشياء الطيبة مطلوب شرعا فقد ثبت فى الصحيحين من حديث عائشة رضى الله عنها أنها قالت: "كان يعجبه التيمن فى تنعله وترجله وطهوره وفي شأنه كله".

السادس: .أن الحافظ ابن حجر قال فى هذا الحديث :رجاله كلهم ثقات الا عطاء بن السائب اختلط ورواية الأعمش عنه قديمة فانه من أقرانه . "نقله الألبانى عن الحافظ فى تعليقه على الكلم الطيب لشيخ الاسلام ابن تيمية ص(٦٩) أى أن رواية الأعمش هذه عن عطاء صحيحة لقدمها قبل الاختلاط وبعدها عن التدليس.

اذا تقرر هذا فان السنة أن يعد المسبح التسبيح بأصابع يده اليمنى كما

تقدم في رواية عبد الرزاق " يعد هكذا وعد أصابعه"، وفي سنن أبي داؤد من حديث حميضة بنت ياسر " واعقدن بالأنامل" وتقدم.

وأما عده بالحصى والنوى وغير ذلك فجائز لفعل بعض السلف رضي الله عنهم ، قال شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله في مجموع الفتاوى لابن القاسم (٢٢/٥٠٦) وعد التسبيح بالأصابع سنة كما قال النبي ﷺ للنساء : "سبحن واعقدن بالأصابع فانهن مسئولات مستنطقات" وأما عده بالنوى والحصى ونحو ذلك فحسن وكان من الصحابة رضي الله عنهم من يفعل ذلك .وقد رأى النبي ﷺ أم المؤمنين تسبح بالحصى وأقرها على ذلك وروى أن أبا هريرة كان يسبح به.

وأما التسبيح بما يجعل في نظام من الخرز ونحوه فمن الناس من كرهه ومنهم من لم يكرهه واذا حسنت فيه النيه فهو حسن غير مكروه.

(فتح المعين بتصحيح حديث عقد التسبيح باليمين:٢٢١-٢٢٤)

ترجمہ: حدیث مذکور میں تسبیحات کا داہنے ہاتھ پر شمار کرنے کا بیان۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ تسبیحات کے گرہ لگانے کا مطلب ان کو شمار کرنا ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں صراحت کے ساتھ لفظ" **یعد التسبیح بیدہ**" (تسبیحات کو اپنے ہاتھ پر شمار کرتے تھے) وارد ہوا ہے۔

اس حدیث میں **عقد التسبیح** کا لفظ رواۃ کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگیا ہے، چنانچہ نسائی، بغوی اور حاکم کے یہاں **یعقد التسبیح** کا لفظ مطلقاً (بالید کی قید کے بغیر)

آیا ہے، یعنی اس کا اطلاق تسبیحات کے کنکری، گٹھلی اور ہاتھ وغیرہ دیگر چیزوں پر شمار کرنے کو شامل ہے، لیکن امام احمد، بخاری، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، ابن حبان اور بغوی کے یہاں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہاتھوں پر تسبیحات کے شمار کرنے کی قید کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

نیز تسبیحات کے ہاتھ پر شمار کرنے کی قید بھی مطلق ہے؛ کیونکہ یہ لفظ دونوں ہاتھوں پر شمار کرنے کو شامل ہے، جبکہ داہنے ہاتھ پر شمار کرنے کی قید حدیث میں آئی ہوئی ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد اور بیہقی کے یہاں لفظ ''**یعقد التسبیح بیمینه**'' کے ساتھ وارد ہے۔

اور مراد تسبیحات کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر یا ان کے پوروں پر شمار کرنا ہے، چنانچہ عبدالرزاق کے یہاں اس حدیث کے بعض طرق میں ''**یعد هکذا، وعدّ بأصابعه**''، وارد ہے۔

اور یسیرہ کی حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ تکبیر (**اللّٰه اکبر**) تسبیح (**سبحان اللّٰه**) اور تہلیل (**لا اله الا اللّٰه**) کہنے میں (عدد معین کی) رعایت کریں، اور یہ کہ انہیں انگلیوں کے پوروں پر شمار کریں، اس لیے کہ ان سے قیامت کے دن سوال کیا جائیگا اور ان کو قوت گویائی دی جائے گی، اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کے رواۃ میں ھانی بن عثمان الجھنی اور حمیضہ بنت یاسر ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں انہیں مقبول کہا ہے، جبکہ اس کے دیگر رواۃ ثقہ ہیں۔

اور تسبیحات کے داہنے ہاتھ پر شمار کرنے کی روایت پر اعمش جو کہ مدلس ہیں، ان کے اس روایت میں متفرد ہونے کی وجہ سے چند وجوہ کی بناء پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، (وہ

وجوہات مندرجہ ذیل ہیں)۔

[۱]... یہ ہے کہ امام اعمش ثقہ ہیں، حافظ ہیں، امام ہیں۔ اور رہی بات ان کے مدلس ہونے کی تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **"طبقات المدلسین"** میں کہا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں، جن کی تدلیس کو علماء نے گوارا کیا ہے اور ان کی متفرد روایتوں کو بھی صحیح میں ذکر کیا ہے، ان کی امامت اور کثرت روایت میں قلت تدلیس کی وجہ سے۔

[۲]... یہ ہے کہ اعمش عطاء بن سائب کے معاصر ہیں دونوں ایک ہی زمانے میں ایک ہی شہر (کوفہ) میں رہے ہیں، عطا کا سن وفات (۱۳۶ھ) ہے، جبکہ اعمش کی وفات سن (۱۴۸ھ) میں ہوئی، یہ چیز اعمش کے عطا سے سماع کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

[۳]... یہ ہے کہ عطا سے اس حدیث کو روایت کرنے میں اعمش تنہا نہیں ہیں کہ ان کی طرف اس میں تدلیس کا احتمال کیا جائے، بلکہ عطا سے ائمہ مسلمین میں سے ثقہ اور حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت جیسے شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن زید اور اسماعیل بن علیہ وغیرہ جیسے حضرات نے روایت کیا ہے، سب نے اس حدیث کو عطا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیحات کو ہاتھ پر شمار کرتے تھے، لہٰذا تسبیحات کا ہاتھ پر شمار کرنا قطعی طور پر دلیل سے ثابت ہے، اور اعمش کی مذکورہ روایت نے ہاتھ کی مراد کو بیان کر دیا ہے اور وہ داہنا ہاتھ ہے۔

[۴]... یہ ہے کہ تسبیح کا مطلب اللہ تعالیٰ کو نقص وعیب سے پاک قرار دینا ہے، اور مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کو جن سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے انہیں بائیں ہاتھ پر شمار کرے جو کہ عام طور پر ناک صاف کرنے اور استنجا وغیرہ کی وجہ

سے گندہ رہتا ہے۔

[٥]... یہ کہ پاکیزہ امور میں داہنے ہاتھ کا استعمال شریعت میں مطلوب ہے، چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جوتے پہننے، کنگھا کرنے اور وضو کرنے؛ بلکہ ہر مہتم بالشان امور میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا محبوب تھا۔

[٦]... یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اس حدیث کے سلسلے میں کہنا کہ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں بجز عطا ابن سائب کے؛ کیوں کہ وہ (بعد میں) اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، جبکہ اعمش کی ان سے نقل کردہ روایتیں قدیم (اختلاط سے پہلے کی) ہیں، اس لیے کہ وہ ان کے معاصر ہیں، اس بات کو علامہ ناصر الدین البانی نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ابن تیمیہ کی کتاب الکلم الطیب پر اپنے حاشیے کے صفحہ: ٦٩ر میں ذکر کیا ہے۔

یعنی یہ کہ اعمش کی عطا سے نقل کردہ یہ روایتیں صحیح ہیں اس لیے کہ وہ زمانۂ اختلاط سے پہلے کی ہیں اور یہ کہ تدلیس کے (شائبے) سے محفوظ ہیں، لہٰذا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو سنت طریقہ یہی ہوگا کہ تسبیح پڑھنے والا تسبیح کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کرے، جیسا کہ (صاحبِ مصنف) عبدالرزاق کی روایت میں **یعد هكذا** اور **عد أصابعه** اور سنن أبی داؤد میں حمیضہ بنت یاسر کی روایت میں **واعقدن بالأنامل** کے الفاظ گزر چکے ہیں۔

رہی بات کنکری اور گٹھلی وغیرہ سے شمار کرنے کی تو وہ بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ بعض سلف کا یہ معمول رہا ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی جلد: ٢٢ صفحہ: ٥٠٦ میں ابن القاسم کے حوالے سے کہا کہ تسبیحات کو انگلیوں پر شمار کرنا سنت ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ

نے عورتوں کو حکم دیا کہ تسبیحات پڑھو اور انہیں انگلیوں پر شمار کرو؛ کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان کو بلوایا جائے گا، اور رہا تسبیح کو گٹھلی اور کنکری وغیرہ پر پڑھنا تو وہ بھی بہتر ہے، صحابۂ کرام میں سے بعض حضرات اس طرح پڑھتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے اُم المؤمنین کو کنکری پر پڑھتے ہوئے دیکھا اور اسی پر باقی رکھا (منع نہیں کیا) اور مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اسی طرح پڑھتے تھے۔

اور رہی بات موتیوں کو لڑی میں پرو کر (متعارف تسبیحات پر) تسبیح پڑھنا، تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے (لیکن صحیح بات یہ ہے کہ) اگر نیت درست ہو تو بہتر ہے، مکروہ نہیں ہے۔

الحاصل! عبارت کا مفہوم و مقصود ترجمہ سے خوب واضح ہے، توضیح مزید کی ضرورت نہیں۔

(۵۱).....حافظ ثناء اللہ مدنی۔ حفظہ اللہ۔ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیحات داہنے ہاتھ کی گرہوں پر (شمار) کیا کرتے تھے۔

سنن ابوداؤد میں عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: **یعقد التسبیح قال ابن قدامة بیمینه. (ابوداؤد مع شرح عون المعبود: ۱/۵۵۶)** تسبیح کی گرہ لگاتے۔ راوئ حدیث ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا: ''اپنے داہنے ہاتھ سے گنتی کرتے''۔

(سنن أبي داؤد، بَابُ التَّسْبِيحِ بِالْحَصٰى، رقم: ۱۵۰۲)

سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں **"و ان یعقدن بالانامل"** تسبیحات پوروں

پر گنیں کے الفاظ بھی ہیں۔(سنن أبی داؤد،بَابُ التَّسْبِيحِ بِالْحَصَى،رقم:١٥٠١)

یسیرہ کی حدیث میں اس کی علت یہ بیان ہوئی ہے کہ انگلیاں عدالتِ الٰہی میں بطورِ گواہ پیش ہوں گی جن کا آغاز چھوٹی اُنگلی سے ہوگا؛ کیونکہ اہل عرب کا طریقۂ حساب اسی سے شروع ہوتا ہے۔ ویسے بھی ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے گنتی کریں تو یہ چھوٹی انگلی داہنے ہاتھ کی داہنی طرف سے سب سے پہلے آتی ہے۔حدیث میں ہے:

"يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ".(صحيح البخاری:باب التيمن،بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الوُضُوءِ وَالغُسْلِ،رقم:١٦٨)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا، کنگھی، طہارت، تمام اہم اُمور میں داہنی طرف کو پسند فرماتے''۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قاعدة الشرع المستمرة استحباب البداء باليمين فی كل ما كان من باب التكريم والتزيين، وما كان بضدهما استحب فيه التياسر".(فتح الباری:١/٢٧٠)

''شرعی رواج اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شے جس میں تکریم اور تزیین کا پہلو پایا جاتا ہے، اس کو داہنی جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور اس کے برخلاف استنجا وغیرہ کو بائیں ہاتھ سے شروع کرنا مستحب ہے''۔

البتہ اُنگلیوں کے عقود (گرہوں، پوروں) کو اوپر یا نیچے سے استعمال کرنے کا بظاہر اختیار ہے۔ واللہ اعلم!

علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''تحفۃ الاحوذی'' (٤/٢٨٤) میں انامل سے مراد مکمل انگلیاں لی ہیں؛ لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا؛ کیونکہ بظاہر الفاظِ حدیث اس کی تائید نہیں کرتے۔ (فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی، کتاب الصلوٰۃ: صفحہ: ٥٩٣)

(٥٢).....فضیلۃ الشیخ الدکتور حسام الدین موسی عفانہ فلسطینی۔ حفظہ اللہ ورعاہ۔ استاذ الفقه والاصول في جامعة القدس، ومساعد قسم الثقافة الاسلامية بجامعة الملك سعود، في الرياض، واستاذ بجامعة النجاح في نابلس ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

وجاء في رواية أخرى عند أبي داؤد ((رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يعقد التسبيح بيمينه)) وقال الشيخ الألباني: صحيح، انظر صحيح سنن أبي داود: ١/٥٨٠، وجاء في الحديث عن يسيرة بنت ياسر ...وكانت إحدى المهاجرات ... قالت: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((عليكن بالتسبيح والتهليل والتقديس واعقدن بالأنامل فإنهن مسؤولات ومستنطقات)). (رواه أبوداؤد والترمذي والحاكم وصححه، ووافقه الذهبي، وحسنه النووي والحافظ ابن حجر والألباني). وهذا الحديث يدل على عقد التسبيح باليدين اليمنى واليسرى، ورواية أبي داؤد السابقة تدل على عقد التسبيح باليمنى فقط. وقد قال بعض أهل العلم: إن رواية أبي داؤد والتي فيها بيمينه مدرجة من الراوي إذ ليست في الأصول، إلا أن ابن علان في شرحه

على الأذكار لم يرتض ذلك، ووفق بين الحديثين بقوله: "هذا وحديث يسيرة السابق، عقد الأنامل فيه شامل لكلا اليدين وحينئذ فإما أن يحمل على اليمين ليوافق حديث ابن عمرو أو يبقى على عمومه بالنسبة لحصول أصل السنة ويحمل خبر ابن عمرو على بيان الأفضل، أو يحمل حديثهما على ما احتيج إلى اليدين، وحديثه على ما إذا كفى أحدهما"، الفتوحات الربانية: ١/٢٥٥،...ولكن التسبيح باليد اليمنى أفضل لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحب التيامن دائماً.

شیخ موصوف حفظہ اللہ کے اس جواب کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ تسبیحات کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال ہی افضل واولیٰ ہے، اس لیے کہ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ سے یہی ثابت ہے اور آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ بھی یہی رہی ہے کہ ہمیشہ نیک اعمال میں دایاں ہاتھ ہی استعمال فرماتے تھے۔ جیسا کہ سابق میں بھی بالتفصیل گزرا ہے۔

(۵۳).....الدکتور حسام الدین موسیٰ عفانہ فلسطینی۔ حفظہ اللہ ورعاہ۔ ایک اور سوال کے جواب میں بالتفصیل یوں لکھتے ہیں:

العلماء يتَّفقون على أنَّ عقدَ الذكر بالأصابع هو السّنة، وأنَّه هو الأفضل والأكمل والمشروع، ويدل على ذلك حديث عبدالله بن عمرو .رضي اللّٰه عنهما. قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ يعقد التَّسبيح بيمينه. (أخرجه البيهقي في "سننه": كتاب الصلاة، باب الترغيب في مكث المصلي في مُصلاه لإطالة ذكر الله تعالى في نفسه، وكذلك الإمام إذا انحرف،

برقم (٣٠٢٧)، قال الألبانى: أخرجه أبو داوَد (٢٣٥/١) بسندٍ صحيحٍ، وحسَّنه النووى فى "الأذكار" (ص:٢٣)، وكذا الحافظ ابن حجر فى "نتائج الأفكار" (ق١٨/١)، وعزاه الأول للنَّسائى، وهو عنده (١٩٨/١) ضمن حديثٍ، وكذلك أخرجه فى "عمل اليوم والليلة" (٨١٩). انظر: "سلسلة الأحاديث الضَّعيفة والموضوعة وأثرها السَّيء فى الأمة" للألبانى (٤٨/٢).

فدلَّ هذا على عقد التَّسبيح، والعقد يكون بالأصابع، ودلَّ على أنَّ هذا العقدَ يكون باليمين، بمعنى أننا حينما نعدّ الذكر فإننا نستعمل اليد اليمنى لهذا الغرض؛ لأنَّ اليد اليمنى إنما تكون للأمور التى تكون كريمةً، شريفةً، فيأكل الإنسانُ بيمينه، ويشرب بيمينه، ويأخذ بيمينه، ويُعطى بيمينه، ويُصافح الناسَ بيمينه، والشِّمال تكون للخلاء، وما إلى ذلك.

فهنا إذًا التَّسبيح يكون باليد اليمنى، ولا تُستعمل اليد اليُسرى للتَّسبيح.

بهذا نعلم أنَّ ما يفعله بعضُنا؛ حيث يعقدون التَّسبيح أو الذكر بالأصابع العشرة، يعنى باليدين: اليمين، والشمال؛ أنَّ هذا خلاف السنة، فنقتصر على اليد اليُمنى.

وفى حديث يسيرة .رضى الله عنها. أنَّ النبى ﷺ أمرهنَّ أن يُراعين بالتَّكبير والتَّقديس والتَّهليل، وأن يعقدن بالأنامل. (أخرجه أبو داوَد فى "سننه": كتاب الصلاة، باب التسبيح بالحصى، برقم (١٥٠١)، وحسَّنه الألبانى فى نفس الكتاب)

لاحظ: يعقدن بالأنامل. وعلل هذا بقوله: "فإنهنَّ مُستنطقات"، فالفاء هذه تدل على التَّعليل؛ لماذا يعقد بالأنامل؟ "فإنهنَّ مُستنطقات".

فـدلَّ ذلـك من جهةٍ على أنَّ عقدَ الذكر بالأنامل أنَّه مأمورٌ به، يعنى: الحديث الأوَّل دَلَّ على فعله ﷺ أنَّه كان يعقد ذلك بيمينه ﷺ، وهذا الـحـديث أمرٌ، يعنى: ذاك من فعله، وهذا من أمره، فأمر بهذا؛ فدلَّ على أنَّ الـمشـروعَ فـى حـقِّ الـمـكـلَّف، والـمشروع هو ما طلبه الشارعُ: إمَّا وجـوبًـا، أو ندبًا، فهنا أمرهنَّ أن يعقدن بالأنامل، وعلل هذا بقوله: "فإنهنَّ مُستنطقات"، بمعنى: أنها تشهد وتنطق وتُخبر عن هذا العمل الذى زاوله الـمـكـلَّف بهـا؛ لأنَّ جـوارحَ الإنسان تشهد عليه، تشهد على ما عمل من خيـرٍ وشرٍّ: "فإنهنَّ مُستنطقات"، هناك فى المعاصى: ﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ ﴾.(يس:٥٦)، وهـنا فى العمل الصَّالح فى الذِّكر: "فإنهنَّ مُستنطقات"، هذا العقد بالأنامل.

الأنامل ما هى؟

الأنـامـل هـذه رؤوس الأصـابع التى رُكِّبت عليها الأظفار، يُقال لها: أنامل، جمع: أنملة، "واعقدن بالأنامل" هذا يحتمل أن يكون العقدُ بنفس الأنـامـل، كـما يعقد العدد عند العرب، فإنَّ الأعدادَ لها رموز عند العرب، كـل هيـئةٍ مـن هـذه الهيـئـات تـعـنى عددًا مُعينًا، فيحتمل أن يكون العقدُ بـالأنـامل هكذا برؤوس الأصابع مع الإبهام، فيقول: سبحان اللّٰه، سبحان الـلّٰـه، سبـحان اللّٰه، سبحان اللّٰه.أو يكون العقدُ هكذا: سبحان اللّٰه، فيضمّ الأصبـع الأولـى، ثـم يـقـول: سبـحـان اللّٰه .مثلاً. ويضمّ الثانية، ثم يقول:

سبحان الله، ويضمّ الثالثة، وهكذا، هذا كلّه يُقال له: عقد.

ويحتمل أن يكون ذلك باعتبار أنَّه يضع الإبهامَ على كل مفصلٍ، فهذه الأصابع، كل أصبعٍ من هذه الأصابع الأربعة فيه ثلاثة مفاصل. كما ترون. سوى الإبهام، ففيه مفصلان، فيحتمل أن يكون العقدُ بأن يضع الإبهامَ على كل مفصلٍ في كل أصبعٍ، وبهذا يكون قد جاء بأربعة عشر، فيزيد واحدةً؛ يكون خمسة عشر في كل يدٍ، فإذا فعل ذلك مرتين فهذه ثلاثون، حيث مَن يُخطىء في العدد يمكن أن يفعل هذا.

ويمكن أن يُسهّل على نفسه أكثر، فيقول في رأس الأولى: "سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر" في رأسها، ثم يقول في المفصل الأوسط: "سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر"، ثم يقول في المفصل الأدنى: "سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر"، فإذا فعل ذلك في اليد الواحدة بهذه الطريقة يكون قد قالها كم مرة؟

فإذا أعادها ثانيةً، يكون قالها خمس عشرة مرة، فإذا أعادها ثانيةً فذلك ثلاثون، فيكمل هذا في أصبعٍ واحدةٍ: سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر، سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر، سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر. فتلك ثلاثٌ وثلاثون، ثم يقول: لا إله إلا الله وحده لا شريكَ له. إلخ.

يعني: كثيرٌ من الناس يقول: نحن نُخطىء في العدد، ما نضبط العدد، نقول: بهذه الطريقة ما تحتاج إلا مرتين تعقد فيها الذكر بعد الصَّلاة.

فإذًا هذه ثلاثة احتمالات: أن نضع الإبهامَ على رأس الأصبع .الاحتمال الثاني: أن يكون بعقد الأصبع بأجمعه، نضمّ الأصبع، فيكون كلُّ واحدٍ مرة .الاحتمال الثالث: يكون في كل واحدٍ ثلاث مرات، في كل مفصلٍ منه، وهذا أسهل في العدد.

لكن هذه الأدلة التي سمعنا هي تدل على المشروعية، فهل يجوز أن يحسب بآلةٍ كالسُّبْحَةِ مثلاً؟

هل يجوز أن يحسب بهذه الآلة التي استُحدثت الآن، ذات أرقامٍ، فيضغط فتحسب له تلقائيًا، فيعرف الأرقام، أولا؟

من أهل العلم مَن رخَّص في هذا، قال: إذا احتاج إليه، ما يضبط العددَ .بعضهم رخَّص فيه، ما شدَّدوا في هذا، وذهب إلى هذا جماعةٌ من المتقدمين والمتأخرين، وشيخ الإسلام.رحمه الله.يقول عن استخدام الخرز أو المسبحة أو نحو ذلك، يقول: من الناس مَن كرهه، ومنهم مَن لم يكرهه، وإذا أحسنت فيه النية فهو حسنٌ غير مكروهٍ، وأمَّا اتِّخاذه من غير حاجةٍ، أو إظهاره للناس مثل: تعليقه في العنق، أو جعله كالسِّوار في اليد، أو نحو ذلك، فهذا إمَّا رياء للناس، أو مظنة المرائة ومُشابهة المرائين من غير حاجةٍ، فإن كان رياءً فهو مُحرَّمٌ، والثاني أقلّ أحواله الكراهة، يعني: مُشابهة هؤلاء المرائين، يقول: فإنَّ مُرائة الناس في العبادة المختصّة: كالصَّلاة، والصيام، والذكر، وقرائة القرآن؛ من أعظم

الذنوب. (مجموعُ الفتاوى لابن تيمية :٢٢/٥٠٦)

إلى آخر ما قال.

لاحظوا هنا أنَّه لم يُشدد فى هذا.

وفى فتاوى اللَّجنة الدَّائمة أجابوا عن هذه المسألة، وختموا الجوابَ بقولهم: فالخير كل الخير باتِّباع سنة النبى ﷺ، وعدم استبدالها بما يحدث ويستجد. (فتاوى اللجنة الدائمة:٧/١١١)

فذكروا أنَّ التَّسبيح باليد أفضل، وأنَّه لم يثبت عن النبى ﷺ أنَّه اتَّخذ لنفسه مسبحةً يُسبِّح بها، لكنَّهم لم يجزموا بأنَّ ذلك من قبيل البدعة.

وبعض أهل العلم شدَّد فيه جدًّا، مثل: الشيخ بكر أبو زيد. رحمه اللّٰه. فله رسالة مُستقلة فى هذا، ومن عباراته فى ذلك يقول: إنَّ مَن وقف على تاريخ اتِّخاذ السّبحة، وأنها من شعائر الكفَّار من البوذيين، والهندوس، والنَّصارى، وغيرهم، وأنها تسرَّبت إلى المسلمين من معابدهم. (السبحة: تاريخها وحكمها لبكر أبى زيد :١٠١)

معابد أولئك يعنى، يقول: على أنها من خصوصات معابد الكفرة. يعنى: أنها من خصائصهم فى دينهم، باعتبار أنَّه لا يجوز التَّشبه بهم فيها، يقول: وأنَّ اتِّخاذ المسلم لها وسيلة للعبادة بدعة، ضلالة.

فعلى كل حالٍ، أنا أقول: يبقى المكلَّف مع المشروع مما جاء عن النبى ﷺ وعن أصحابه، نعم لو صحَّ الحديثُ الذى اطَّلع فيه النبىُّ ﷺ

علی مَن تُسبِّح بحصی بین یدیها أو خرزٍ، ثم ذهب النبی ﷺ ورجع وأخبرها أنَّه قال بعدها کلمات.

(أخرجه أبو داود فی "سننه": کتاب الصلاة، باب التَّسبیح بالحصی، برقم (١٥٠٠)، وضعَّفه الألباني فی مشکاة المصابیح، برقم: ٢٣١١)

فإنَّ مُقتضاه أنَّه أقرَّها علی هذا التَّسبیح، مع أنَّ هذا لیس محل اتِّفاقٍ أنَّه أقرَّها علی هذا التَّسبیح بهذه الطریقة، لم یُنکر هذا الحصی أو الخرز، ولکنَّ الحدیث ضعیفٌ، لو صحَّ لقیل: إنَّه یدل علی الجواز بإقرار النبی ﷺ، ولکن فعله ﷺ أکمل وأفضل، لکنَّ الحدیث ضعیفٌ، فإذا کان الحدیث ضعیفًا فإنَّه لا یُحتجُّ به فی مثل هذا، إذًا ماذا نفعل؟

نعقد التَّسبیح بالیمین، نعقد الذکر بالیمین، تُخطأ أنت، غیر مُؤاخذ: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾. (البقرة:٢٨٦)، قال اللّٰه: قد فعلتُ. (أخرجه الترمذی فی "سننه": أبواب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰه ـ صلی اللّٰه علیه وسلم ـ، باب: ومن سورة البقرة، برقم (٢٩٩٢)، وصححه الألبانی فی "التعلیقات الحسان"، برقم (٥٠٤٦)

فهذا هو حکم هذه المسألة ،واللّٰه أعلم.

خلاصۂ عبارت: منصف اہل علم ودانش سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس طویل عبارت کے ذکر سے ہمارا مقصود روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے، ذی فہم علماء کرام تو اس مکمل عبارت سے محظوظ ہوں گے ہی، مگر کم علم وعوام کے لیے اس کا خلاصہ وعصارہ یہ ہے کہ علماء کا

اس بات پر اتفاق ہے کہ انگلیوں پر ذکر کو شمار کرنا سنت ہے، اور یہی بہتر، کامل اور مشروع صورت ہے، اور اسی پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے داہنے ہاتھ سے تسبیح پڑھ رہے تھے، جیسا کہ (سنن البيهقي:كتاب الصلاة، باب الترغيب في المصلى في مصلاه لاطالة ذكر الله تعالى في نفسه، وكذلك الامام إذا انحرف، برقم 3027) قال الالباني: اخرجه ابو داود (1/235) بسند صحيح، وحسنه النووي في الاذكار (ص: 23)، وكذلك الحافظ ابن حجر في نتائج الافكار، (ق 1/18) وعزاه الأول للنسائي، وهو عنده (1/198) ضمن حديث، وكذلك اخرجه في "عمل اليوم و الليلة" (819)، انظر: سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (2/48) میں مذکور ہے۔

پس یہ حدیث تسبیح کو شمار کرنے پر دلالت کرتی ہے، اور شمار کرنا انگلیوں سے ہوتا ہے، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ شمار کرنا داہنے ہاتھ سے ہوگا مطلب یہ کہ جب ہم ذکر کو شمار کریں تو اس کے لیے داہنے ہاتھ کو استعمال میں لے آئیں۔

☆.....☆.....☆

ان تمام دلائل و براہین، مستدلات و حوالہ جات کا خلاصہ اور لبِ لباب یہی ہے کہ تسبیحات واوراد اور وظائف اگر ہاتھوں پر پڑھنا یا شمار کرنا ہو، تو اس کے لیے دایاں ہاتھ ہی استعمال کرنا چاہیے، اس لیے کہ نبیٔ اکرم ﷺ سے بھی صرف دائیں ہاتھ ہی پر پڑھنا ثابت ہے اور بلا اختلاف یہ بات مسلم ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور بھی متعدد اُمورِ خیر میں آپ ﷺ نے داہنا ہاتھ ہی خود بھی استعمال فرمایا ہے اور اُمت کو بھی ایسا ہی کرنے کی تعلیم

وترغیب دی ہے؛ لہٰذا اتباعِ سنت کا تقاضہ یہی ہے کہ تسبیحات وغیرہ صرف داہنے ہاتھ ہی پر پڑھی (یا شمار کی) جائیں۔

یہ چند وہ حوالے ہیں جو اس عاجز وفقیر کے ذرا تتبع وتلاش ہی سے جمع ہو گئے ہیں، فللّٰہ الحمد علیٰ نعمائہٖ، اگر باقاعدہ ومستقل طور پر حوالہ جات کو ٹٹولا اور تلاش کیا جائے تو ان شاء اللہ دلائل کا انبار لگ سکتا ہے، لیکن ایسا کون ذی علم وذی عقل اور منصف مزاج ہوگا کہ جو ان اَجلِ کتب کے حوالوں کی بھرمار کے بعد بھی عمل کرنے یا اس سنت کے ثبوت کو تسلیم کرنے میں کچھ پس وپیش اور من مانی کرے گا۔

تو ہی اگر نہ چاہے، تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے

آیئے حضرات قارئین کرام! اب ہم آپ کو چند اور اہم نقلی وعقلی باتیں بھی سمجھا دیتے ہیں، جن سے اس مسئلہ کو مزید آسانی کے ساتھ سمجھنے میں آپ کو کافی مدد حاصل ہوگی، ان شاء اللہ۔ اور اس حدیث پر ہونے والے خواہ مخواہ کے اعتراضات کا جائزہ لے کر خود ہمارے اپنے اوپر ہونے والے عمومی الزامات کی حقیقت بھی کافی وشافی انداز میں آپ کے سامنے واضح ہو جائے گی۔

تسبیحات کو دونوں ہاتھوں پر شمار کرنے والوں سے ایک درخواست:

اب ہم درخواست کرتے ہیں اُن حضرات سے جو تسبیحات کو دونوں ہاتھوں پر ہی شمار کرنے (پڑھنے) پر مصر ہیں، کہ وہ کوئی ایک ایسی حدیث پیش کریں کہ جس میں دونوں ہاتھوں پر پڑھنے کا ذکر ہو، یا بائیں ہاتھ کی صراحت ہو! یہ کہہ دینا کہ حدیث میں ید (ہاتھ)

مطلق آیا ہے، جہالت کی بات ہے۔ جامع الترمذی وسنن النسائی وغیرہ میں جو خالص ید کا لفظ آیا ہے وہ مطلق نہیں ؛ بلکہ مجمل ہے اور اس اجمال کی تفصیل وتصریح دیگر احادیث وآرائے محدثین اور عباراتِ فقہ واقوالِ فقہا میں موجود ہے، جیسا کہ قارئین کرام نے ابھی گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمایا۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

.....**لما هو معلوم من قاعدة الشرع في مثل ذلك :أن تقدم فيه اليدالیمنی** .(فتاوى اللجنة الدائمة:٧/١٠٥،١٠٧)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تمام باتوں میں سے معتدل بات یہ لگتی ہے کہ اس میں بین بین کا معاملہ ہو، وہ یہ کہ یوں کہا جائے: اصل یہی ہے کہ تسبیح صرف دائیں ہاتھ پر شمار ہوں؛.....اس لیے کہ اس حدیث کی کسی بھی سند یا طریق میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ساتھ دونوں ہاتھ پر تسبیح شمار کرتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو **یدیہ** کا لفظ ہوتا، پس یہ بات تو علی وجہ الترجیح طے ہوگئی کہ مراد **ید** (ہاتھ) سے دونوں ہاتھوں میں سے کوئی ایک ہاتھ ہے۔ اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ وہ صرف بایاں ہاتھ ہے۔ پس یہ بات راجح طور پر متعین ہوگئی کہ ہاتھ سے مراد یہاں صرف دایاں ہاتھ ہے، اس لیے کہ مشہور ومعروف اور معلوم قاعدۂ شرعیہ ہے کہ اس جیسے مقام پر دائیں ہاتھ ہی کو مقدم کیا جائے۔

ہاں اگر کسی حدیث پاک میں **یدین** کا لفظ آجاتا تو اب مطلق ہے، لیکن کسی بھی بڑے یا چھوٹے عالم ومفتی صاحب کا **یـــد** والی روایت دیکھ کر یہ کہہ دینا یا سمجھ لینا کہ مطلق ہے، بہت آسان بات ہے، لیکن تحقیقی رو سے اس کو ثابت کرنا مشکل ترین ؛ بلکہ ناممکن کاموں

میں سے ہے، اس لیے کہ اس موقع پر مطلق کا لفظ استعمال کرنا خود خلافِ حدیث، خلافِ اصولِ فقہ اور نری تحقیق ہے۔

اگر راویٔ حدیث امام ابن قدامہ بن اعین رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرح دیگر رُواۃ کو بھی یہ انشراح وانکشاف اور شرحِ صدر ہو جاتا کہ آگے چل کر کچھ اعمالِ شریعت کی حکمت اور حدیث اور فہم حدیث سے کورے انسان پیدا ہوں گے، تو وہ بھی ضرور **ید** کے ساتھ **یمین** کے لفظ کا اضافہ فرماتے۔ **ان شاء اللّٰہ تعالی.**

یہ ذرا سی وضاحت اس موقع پر اس لیے ہوگئی کہ ایک مفتی صاحب نے ایسا کچھ لکھا تھا، لہٰذا احقاقِ حق میں وضاحتی جواب دہی ضروری سمجھی گئی۔

ایک حیرت انگیز بات:

ایک مرتبہ جب میں نے اس مسئلے کو کہیں اپنے مخصوص احباب ومحبّ علماء کے درمیان بیان کیا، تو ہمارے ایک مقتدر ومؤقر ادارے کے دارالافتاء کے ایک مفتی صاحب نے اس سنت سے متعلق کسی ایک استفتاء کے جواب میں اپنی کم علمی وناا ہلیت کا ثبوت دیتے ہوئے ایسی غیر منقول وغیر معقول اور ناقابل ہضم تحقیق پیش کی کہ جب میں اس کو لے کر مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے عظیم المرتبت دارالافتاء میں پہنچا تو وہ حضرات دیکھ کر حیران رہ گئے اور سر پکڑ کر **اناللّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھتے ہوئے کہنے لگے کہ بتایئے ہمارے اکابر اور معتمد حضرات کی موجودگی میں کیا کیا ہونے لگا، یہ تحقیق تو سراسر غلط ہے، جب ہمارے فقہاء کرام نے اپنی کتابوں اور عبارتوں میں اس کی تصحیح کر دی ہے تو پھر کسی نری تحقیق واجتہاد کی کیا ضرورت ہے **۔فالی اللّٰہ المشتکی.**

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی یارب! کبھی نہ دے
دے موت، پر کسی کو یہ کج ادا نہ دے

افسوس صد افسوس! آج کل بعض نرے مجتہد دونوں ہاتھوں پر پڑھنے کے سلسلے میں آیت کریمہ: ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ﴾ ،الآیۃ. بھی پیش کرتے ہیں، پس یہ بھی خلافِ نقل وعقل، جرأتِ بے جا اور قرآن کریم میں رائے زنی کے قبیل سے ہے، جو سخت ترین گناہِ کبیرہ ہے۔ اور اگر بالفرض والمحال اس آیت کو اس بحث میں صحیح دلیل سمجھ کر قبول بھی کر لیا جائے تو بس پھر تو بہت سے کام دونوں ہاتھوں سے بلکہ دونوں پیروں سے بھی کرنے ہوں گے، اس لیے کہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں پیروں کی گواہی کا بھی ذکر آیت مذکورہ میں موجود ہے۔ **فالی اللّٰہ المشتکی.**

ایک اور المیہ:

ایک مؤقر دارالافتاء سے کسی نے مسنون طریقۂ تسبیحات کے تعلق سے استفتاء کیا، تو ایک مفتی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا کہ: ''یہ لفظ (بِیَمِیْنِہٖ) صرف ابوداؤد شریف کے ہمارے یہاں رائج ہندوستانی نسخہ میں ہے کسی اور میں نہیں''۔

ماقبل کی تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ محض عدم علمی وخام خیالی، بلکہ کذب بیانی اور خلافِ واقعہ من گھڑت بات ہے، الحمدللہ! احقر نے اس تعلق سے صرف ایک ہندوستانی نسخہ ہی نہیں دیکھا، بلکہ متعدد ملکوں کے عظیم اداروں سے شائع شدہ درجنوں نسخے اس لفظ بِیَمِیْنِہٖ کی صراحت والے دیکھے ہیں، اور جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا کہ ماضی قریب میں میرے ایک انتہائی محسن ومشفق استاذِ محترم ومکرم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمود عالم صاحب

مظاہری (استاذ ومفتی مظاہر علوم وقف سہارنپور) کی عنایت سے مجھے "**الكتب الستة**" کا معروف ومشہور اور قیمتی وبیش بہا نسخہ '**موسوعة الحديث الشريف**' موصول ہوا ہے، جو مشہور عالمی شخصیت فضیلۃ الشیخ الدکتور صالح بن عبدالعزیز بن محمد ابراہیم آل الشیخ حفظہ اللہ ورعاہ کی سرپرستی میں کبارِ محدثین وحفاظِ عرب کی ایک لجنہ (کمیٹی) نے خوب تحقیق وتفتیش اور مراجعت کے بعد جمع کیا ہے، اس میں بھی سنن أبی داؤد کے نسخہ میں دائیں ہاتھ کی صراحت موجود ہے۔ **فالحمد لله على ذلك.**

(دیکھئے: **الكتب الستة**، ص: ١٣٣٤، ط: **دار السلام للنشر والتوزيع**)

اللہ تعالیٰ ''صاحبِ تفسیر کشاف'' علامہ جاراللہ زمخشریؒ کی روح پُرفتوح فرمائے، بجا کہہ گئے ہیں کہ علم تو درحقیقت اللہ جل جلالہ ہی کی صفت خاصہ ہے، ہم مٹی کے پتلوں کو اس سے کیا مناسبت اور سروکار، بس کوششیں ہوتی رہتی ہیں کہ کچھ آجائے:

اَلْعِلْمُ لِلرَّحْمٰنِ جَلَّ جَلَالُهٗ ☆ وَسِوَاهُ فِيْ جَهَلَاتِهٖ يَتَغَمْغَمُ

مَا لِلتُّرَابِ وَلِلْعُلُوْمِ وَإِنَّمَا ☆ يَسْعٰى لِيَعْلَمَ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ

بے جا اور اندھی تقلید:

اور بعض لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ کسی اور نے تو یہ بات بیان نہیں کی اور فلاں فلاں صاحب اسی طرح دونوں ہاتھوں پر پڑھتے ہیں تو ان کی خدمت میں:

اولاً؛ صرف اتنا عرض ہے کہ اتنی ساری عبارات وحوالوں کے ذکر کے بعد آپ کا یہ کہنا محض بھولا پن ہے، یہ تحقیق صرف ہم نے یا ہمارے بعض اکابر واساتذہ نے ہی نہیں کی، کہی یا لکھی؛ بلکہ ہماری پشت پر وہ تمام حضرات ہیں کہ جن کے حوالے اوپر درج کیے گئے۔

قصور آپ کا ہے کہ آپ نے صحیح بات صحیح مظان ومقام سے حاصل نہیں کی۔

تُو ہی ناداں! چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
کِسوتِ مِینا میں مے مستُور بھی عُریاں بھی ہے

پھُونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

ثانیاً؛ یہ بھی عرض ہے کہ موجودہ دور میں خود ان بیان نہ کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ کیوں بیان نہیں کرتے؟

خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی ذمہ داری کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

اور ان دونوں ہاتھوں پر پڑھنے والوں سے بھی پوچھا جائے، کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ غلط اور خلافِ سنت کرتے ہیں، اور ایسا یا تو عدم علمی کی بنا پر کرتے ہیں یا عدمِ توجہ کی بناء پر۔

بڑی صفائی کے ساتھ عرض ہے کہ اس طرح کے تحقیقی مسائل کے بیان کے لیے جہاں مضبوط علم، راسخ فہم اور صحیح وسلیم فکر کی ضرورت ہے، وہیں غیرتِ ایمانی وجرأت بیانی بھی اہم چیز ہے۔ جس کا عموماً آج کل فقدان ہے۔ یہ المیہ صرف اور صرف اسی ایک مسئلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ زندگی کے بے شمار مواقع ومراحل اور شعبہائے زندگی میں اِن کی

اشد ضرورت پڑتی ہے۔لیکن ہم ہیں کہ کہیں حکمت ومصلحت کے جھوٹے سہارے لیتے ہیں اور کہیں غیر شرع وغیر مطلوب ونامعقول تقلیدِ آباء میں پھنسے ہوئے ہیں۔

بے موقع وبے جا اکابر وآباء پرستی:

یہ بھی ایک مصیبت ہے کہ کسی مسئلہ میں اکابر سے اختلاف کیا جائے تو فوراً حکم لگ جاتا ہے کہ: بے ادب ہے، اکابر کی توہین کرتا ہے، بڑوں کی بات نہیں مانتا، غیر تربیت یافتہ ہے، مزاج میں تعلّی آ گئی ہے، خطرہ ہے کہ کہیں گمراہ نہ ہو جائے۔

میں سوچتا ہوں اس طرح کے خیالات کا اظہار کرنے والے اہل علم کس طرح ہو سکتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات اکابر رحمہم اللہ کی سیرت وسوانح اور ان کے حالات سے یہ لوگ بالکل ہی ناواقف ہیں۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علم وتحقیق کے سفر میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جہاں ایک طالب علم کو کسی دوسرے عالم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے اور بعض مقامات پر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کرنا پڑتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ نہ تو کسی کا ادب واحترام اس اختلاف رائے کے اظہار میں مانع ہوا، اور نہ کبھی اختلاف رائے نے ادب واحترام میں ادنیٰ رخنہ اندازی کی۔(میرے والد، میرے شیخ:۱۳۸)

ہمارے اکابر نے اپنے اساتذہ اور شیخ ومربی تک سے اختلاف فرمایا، آپ کو اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں، جس کا دل چاہے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی کتاب

''اسلامی سیاست'' وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

جس میں حضرت شیخ قدس سرہ اکابر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:.....

جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کو اصرار سے بیان فرمائیں، اور شائع کریں اور اس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے کریں۔ (اسلامی سیاست:۱۱)

لہٰذا ہم نے جو لکھا ہے اور بار بار بیان کیا ہے کہ تسبیحات اور اوراد و وظائف اگر انگلیوں کے پوروں پر گننے اور شمار کرنے کی نوبت آئے، تو اس کے لیے مشروع و منصوص اور مسنون و مطلوب اور حق طریقہ صرف اور صرف یہی ہے کہ بلا عذر دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کو اس مبارک عمل کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ ہم اس کی تائید و حمایت میں دلائل و براہین کا انبار ہر ذی علم اور ذی عقل و فہم کی اطلاع و اصلاح کے لیے گذشتہ اوراق میں ذکر کر آئے ہیں۔

تعصب اور تصلب میں فرق:

بعض حضرات اپنی جہالت اور نادانی سے حق پر چلنے اور عمل کرنے والوں کو متعصب کہتے ہیں، اور اس عمل حق کو تعصب پر محمول کرتے ہیں، انہوں نے تعصب اور تصلب کے فرق کو ہی نہیں سمجھا۔ تعصب کے معنی ہیں: بے جا حمایت کرنا اور تصلب کے معنی ہیں: پختگی کے ساتھ مذہب پر جمنا۔ تعصب ممنوع ہے اور تصلب مامور بہ ہے۔ (مجالس مفتی اعظمؒ:۶۰۹)

لہٰذا اپنے مسلمان بھائیوں بالخصوص علماء و طلباء برادری سے بہ ادب و عظمت عرض ہے کہ آپ اور ہم اپنے ایمان و اعمال کو شریعت و سنت کے ترازو میں تولیں اور اُسوۂ حسنہ کے آئینہ میں دیکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ اس لیے کہ عوام کی نظریں ہمارے اعمال

وافعال پر ٹکی رہتی ہیں۔اُن میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جو محض اعتماد یا عقیدت کی بنا پر ہماری دیکھا دیکھی اعمال وافعال میں لگ جاتے ہیں۔لہٰذا اپنے آپ کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

ہم غیر اختیاری امور کی خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں:

ہمیں اور ہمارے اکابر ومشائخ کو فتنہ پرور اور انتشار پھیلانے والے ہونے کا الزام دینے والے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم غیر اختیاری امور کی خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں، انتشار سے روکنا، فتنوں سے بچانا ہمارے اختیار میں نہیں، حق پر جمنا، سنت پر عمل کرنا ہمارے اختیار میں ہے، ہم غیر اختیاری امر کی وجہ سے امر اختیاری کو ترک کر رہے ہیں۔

مفتیٔ اعظم ہند وپاک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے کس قدر قیمتی نصیحت فرمائی، آپؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ: جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں، ان کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہ ہوں، ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔(مجالس مفتیٔ اعظمؒ:۳۰۶)

زمانہ کا ظلم وستم دیکھئے!! مسنون ومشروع اور حق ودرست بات پر عمل کرنے، کرانے والوں کو: اختلاف کرنے والے، انتشار کرنے والے، ضدی اور نعوذ باللہ متعصب کا الزام دیا جاتا ہے۔**اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰهِ.**

نفسِ جواز کا سہارا:

بہت سے خام علم وکج فہم کو ایک مغالطہ یہاں یہ بھی ہوا ہے کہ بائیں ہاتھ پر پڑھنا جائز تو ہے، اس لیے دونوں ہاتھوں پر پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

ایسے بھولے بھالے بھائیو کے لیے صرف اتنا عرض ہے کہ اگر آپ کا یہ اصول قرآن وسنت کے تمام احکامات پر نافذ کر دیا جائے تو یقیناً بہت سے مسائل مردہ ہو کر رہ جائیں گے اور ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر یہ امتیاز کیا جائے کہ کونسا عمل جائز ہے اور کونسا ناجائز ؟ تو پھر سنن ومستحبات تو یکسر دفن ہو جائیں گے۔ ہر آدمی جائز سمجھ کر بغیر ٹوپی اور شرعی لباس کے نماز پڑھنے پر بھی تیار ہو جائے گا، جیسا کہ یہ جرأت لوگوں میں پیدا ہوتی جارہی ہے ۔بغیر ثناء وترک وضع یدین فی القیام ،اور عندالخفض والرفع کی تکبیرات وغیرہ وغیرہ کتنے مسائل ہیں جو لوگوں کی نمازوں اور ان کے اعمالِ زندگی سے یکسر ختم ہو جائیں گے۔ پھر تو بس ہر آدمی فرائض وواجبات تک ہی محدود رہ جائے گا۔

لہٰذا میرے اہل علم بھائیو! اس باریکی اور نزاکت کو سمجھئے! خود بھی اعمالِ صالحہ کا اہتمام کیجیے اور عوام کو بھی ان سے مطلع کیجیے اور انہیں اعمالِ خیر میں لگا رہنے دیجیے، محض اپنی بدعملی کو صحیح باور کرانے یا اپنی بات کو اوپر رکھنے کے لیے خواہ مخواہ کی عقلی باتیں اور غلط سلط تاویلات وموشگافیاں بعض دفعہ بڑے فتنوں کا دروازہ کھلنے کا سبب بن جاتی ہیں؛ لہٰذا اس دائیں ہاتھ سے تسبیحات وغیرہ شمار کرنے کی سنت کو بھی زندہ کریں اور بہ فحوائے حدیث پاک: سو (۱۰۰) شہیدوں کے برابر اجر وثواب سے اپنے اعمال نامہ کو پُر کریں۔ ایک متبع شریعت وسنت عالم دین کی شان اور پہچان یہی ہوتی ہے کہ وہ علم وتحقیق کا قدردان وشکر گزار ہوتا ہے، اس کا مخالف یا منکر نہیں ہوتا۔ **واللّٰہ الموفق والمعین.**

ایک کشمکش کا حل:

بعض وہ حضرات جو اس سنت مبارکہ کو اپنانا چاہتے ہیں، اپنی ایک تشویش یہ ظاہر

کرتے ہیں کہ فرض نمازوں سے اچھی طرح فارغ ہونے کے بعد جب ہم تسبیحات وغیرہ پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو صرف داہنے ہاتھ پر نہیں پڑھی جاتی، یعنی صحیح شمار وگنتی نہیں ہو پاتی، بھول چوک ہو جاتی ہے؟

تو اپنے ان قدردان دوستو کے لیے عرض ہے کہ یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں، چونکہ پہلے سے اس کی عادت نہ تھی اس لیے اس کی عادت ڈالنے میں ذرا وقت تو لگے گا، تکلف تو ہوگا۔ لیکن آپ کوشش کرتے رہیں گے تو آہستہ آہستہ دو چار دن میں ان شاء اللہ اس کی عادت ہو جائے گی۔ اور یاد رہے کہ اس کی عادت ڈالنے میں جو دقت وگرانی پیش آئے گی ان شاء اللہ اس پر بھی ثواب ملے گا، اس لیے کہ یہ دقت وکلفت دراصل ایک نیک عمل کو سنت طریقہ کے مطابق کرنے میں ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس پر بھی ثواب مرتب ہوگا۔

صرف دائیں ہاتھ پر مشہور تسبیحات کیسے پڑھیں؟

تسبیحاتِ فاطمی کو صرف داہنے ہاتھ پر شمار کرنے کے دو آسان طریقے ہیں:

(۱) پندرہ پندرہ کر کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر پوری کی جاسکتی ہے، ۳۳/ یا ۳۴/ کا عدد پورا کرنے کے لیے یہ طریقہ سہل ہے۔

(۲) دائیں ہاتھ کی چار انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے پورے پر سات دفعہ (اور وہ اس طرح کہ مثلاً شہادت کی انگلی کے تین پوروں پر پہلے داہنی طرف اور اوپر کنارے پر ایک، اور پھر اسی انگلی کے تینوں پوروں پر تین اور، اس طرح یہ سات مرتبہ ہو جائے گا) اور ابہام (یعنی انگوٹھے) پر پانچ دفعہ۔ (اس طرح کہ اس کے دائیں جانب دو مرتبہ، اوپر کنارے

پر ایک اور بائیں جانب دو مرتبہ) یا کسی کو کوئی اور طریقہ سوجھتا ہو تو ضرور اس طریقہ سے بھی تسبیحات دائیں ہاتھ پر شمار کی جاسکتی ہیں، اس کے لیے کوئی متعین طور وطریقہ یا ترتیب سنت سے ثابت نہیں۔ بہر کیف! اس طرح ان شاء اللہ ۳۳/۳۴ کا عدد بہ آسانی پورا ہو جائے گا۔

جیسا کہ سابق میں بلادِ عرب کے مشہور ومعروف دار الافتاء ''الفتوی'' کا ایک تفصیلی جواب ذکر کیا گیا ہے، جس میں یہ بھی ہے:

والمقصود بالعقد العد، وأما كيفية ذلك فلم نقف على دليل صحيح يبين ذلك، ومن عد بوضع طرف الإبهام على أنامل الأصابع الأخرى فقد عد بالأنامل، ومن وضع أطراف الأنامل على الكف فقد عد أيضاً بها، قال العلامة ابن علان الصديقي رحمه الله: يحتمل أن المراد العقد بنفس الأنامل أو بجملة الأصابع،قال: والعقد بالمفاصل أن يضع إبهامه في كل ذكر على مفصل، والعقد بالأصابع أن يعقدها ثم يفتحها،وفي شرح المشكاة: العقد هنا بما يتعارفه الناس،فالأمر في ذلك واسع.

ترجمہ: اور عقد (انامل) سے مراد شمار کرنا ہے، اور رہی بات اس کی کیفیت کی، تو ہمیں کسی ایسی دلیل صحیح پر واقفیت نہیں ہوسکی جو اس کو بیان کرتی ہو۔ اور جس نے انگوٹھے کے کنارے کو دوسری انگلیوں کے پوروں پر رکھ کر شمار کیا، تو اس نے انگلیوں پر شمار کیا، اور جس نے انگلیوں کے سرے کو ہتھیلی پر رکھا تو اس نے بھی انگلیوں پر شمار کیا۔

علامہ ابن علان صدیقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عقد انامل سے صرف پوروں یا مکمل

انگلیوں (دونوں) کو مراد لیا جاسکتا ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ: پوروں پر شمار کرنے کی صورت یہ ہے کہ انگوٹھے کو ہر ذکر میں (پوروں کے) جوڑ پر رکھے، اور انگلیوں پر شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کو بند کرے پھر کھول دے۔

اور شرحِ مشکوۃ میں ہے: عقد (انامل) سے مراد وہ (صورت) ہے، جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو، لہٰذا اس باب میں گنجائش ہے۔

اور بھول چوک سے بچنے کا ایک اور آسان طریقہ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے ایک فتوی کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:

''دانوں والی تسبیح دائیں ہاتھ میں لے کر تسبیحات وغیرہ اس پر شمار کر لی جائیں۔''

اور قرآن کریم میں ہے: **اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا**. (الانشراح:٤،٥)

بیشک تنگی اور پریشانی کے ساتھ (یا، بعد) ہی آسانی آتی ہے۔ یعنی پہلے پہل جو کام کیا جاتا ہے اس کے کرنے میں دشواری تو ہوتی ہی ہے۔ عمر ابن عبدالعزیزؒ کا مشہور مقولہ ہے: **اول مرکب صعب**، پہلی مرتبہ سواری کرنا (گاڑی وغیرہ چلانا) دشوار کام ہے۔ ہاں پھر آہستہ آہستہ عادت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر موقع کی سنت ہم سب کے لیے آسان فرمائے۔ آمین.

ایک شیطانی دھوکہ:

بہت سے بظاہر دین دار حضرات اس طرح کی متروک و مظلوم اور غیر معمول بہا و مردہ سنتوں کے متعلق اپنے زیر اثر لوگوں کو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو آپ ﷺ کی چھوٹی سی سنت ہے، اس لیے اس سلسلے میں زیادہ پڑنے اور اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے، یاد رہے کہ یہ صرف

شیطانی دھوکہ، خودساختہ تقسیم ہے، اس لیے کہ سنت تو سنت ہے، اس میں چھوٹی اور بڑی، ہلکی اور بھاری کی قید یا تقسیم میدانِ عمل میں شریعت نے نہیں رکھی، ہر ایک پر عمل نجات کے لیے کافی ہے، جیسا کہ سابقہ اوراق میں سنت کی عظمت واہمیت کے تعلق سے باوضاحت لکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اور بہت سے فرائض وواجبات ہیں، ان کا اہتمام کرو، اس طرح کی چھوٹی چھوٹی سنتوں کے چکر میں مت پڑو، اعلیٰ درجہ کی جہالت اور گم راہی کی دلیل ہے۔

سنت کیا ہوتی ہے؟ اس کا مقام ومرتبہ اور حیثیت کیا ہے؟ حضرات صحابہؓ سے معلوم کیجیے، ان متبعینِ شریعت وسنت اسلاف واخلاف سے پوچھیے کہ جنہوں نے ایک ایک سنت کو اپنی زندگی میں ایسا سجایا کہ اس کے خلاف کرنے پر کسی بھی قیمت پر تیار نہ ہوئے، ذرہ برابر اس سے غفلت نہیں برتی، اور اگر کبھی کبھی اس کے اہتمام میں کمی واقع ہو بھی گئی، تو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ جاگتے میں زیارتِ نبوی کی عظیم سعادت سے محروم کر دیے گئے۔ مشہور محدث وفقیہ سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ کو ثور یعنی بیل کہا گیا، ایک دو نہیں، سینکڑوں واقعات اس قسم کے کتابوں میں موجود ہیں، لہٰذا استخفافِ سنت (سنت کو ہلکا یا چھوٹا سمجھنا) کھلی گمراہی اور بددینی کی بات ہے، **أعاذنا الله منه.**

استخفافِ سنت کا عظیم وبال:

سنت کو ہلکا سمجھنے کا دنیوی انجام ووبال کیا ہے؟ حضرت الامام الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنة، ومن تهاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض، ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة.

(تفسیر عزیزی: ۴۳۲، سورۂ بقرہ، تحت الآیة: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ)

یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے (ان کو ہلکا اور غیر معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے، تو وہ مستحبات سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور اگر مستحبات کو ہلکا اور چھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو ایک وقت وہ آتا ہے کہ) وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اُسے ہلکا سمجھتا ہے وہ (واجبات و) فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو ہلکا و معمولی سمجھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ نے کسی اپنے بندہ کے توجہ دلانے سے کسی کو کسی عمل خیر کی توفیق دے دی ہے تو اُس کو اس کریم داتا کی عطا سمجھ کر زندگی کو اس کے ذریعہ خوبصورت و مزین کرنا چاہیے، اپنے عمل کو بلا تاخیر اس کی تابعداری میں کرنے سے غفلت نہیں برتنی چاہیے، اس لیے کہ وہ شخص جو سنتوں کا قدر دان ہو، ان کی تعمیل و تمثیل میں اپنی نجات سمجھتا ہو، اس کے لیے دارین کی صلاح و فلاح کے حق میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات بڑی تعداد میں موجود ہیں، جن میں سے کچھ ماقبل میں بھی ذکر کر دیے گئے ہیں، چند یہاں بھی قندِ مکرر کے طور پر ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)..... ''جس کا اطمینان جا کر میری سنت پر ہوا، وہ کامیاب ہو گیا، اور جس کا اطمینان اس کے علاوہ پر ہوا، وہ ہلاک ہو گیا''۔(رواہ أحمد: ۳۷۵/۱۱)

(۲)..... ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے''۔

(رواہ البخاری، کتاب النکاح، بابُ الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳، ومسلم، کتاب النکاح: ۱۴۰۱، وأحمد: ۹/۱۱)

(۳)..... ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے

مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔(تهذيب تاريخ دمشق الكبير:١٤٥/٣)

(٤)..... ''جس نے میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کو سو(١٠٠) شہیدوں کا ثواب ملے گا''۔

(مشكوةُ المصابيح:٦٢/١ ، رقم: ١٧٦، ط: المكتب الاسلامی)

☆.....☆.....☆

اضافہ

از

عزیز القدر مولوی غلام رسول صاحب قاسمی علی گڑھی

.....

موصوف کے حق میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مفتی محمد زرولی خانؒ کے دعائیہ کلمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم غلام رسول! آپ کے بہترین جذبات، تحقیق کا رجحان کیا ہے، اس صدی کا طرۂ امتیاز ہے، اور آپ کے علم وعمل کا معراج ترقی ہے۔

اللّٰھم زد فزد وبارک ثم بارک، واجعله له ثباتا فی الهداية، وخير ذخر فی الدنيا والآخرة، والعمل الشافع والمشفع يوم الحشر والنشر.

اس کے باوجود اتنی سی عرض ہے کہ جہاں کہیں کوئی حوالہ میرا دیا ہوا آپ کو نہ ملے یا دقت یا تبدیلی کے ساتھ ہو، فوراً رابطہ جنید سے کریں، میں علی الفور جواب عرض کروں گا اور آپ کا شرح صدر ہوگا، آپ آیتِ قرآن کے مصداق ہیں:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر: ۲۲)

اللہ تعالیٰ یہ شرح صدر اور نورِ اسلام مبارک فرمائے، جزاکم اللہ خیرا۔ **السلام علیکم.**

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے عزیز جناب مولوی غلام رسول علی گڑھی سلمہٗ کو، کہ انہوں نے بھی بڑی جانفشانی اور محنت کے بعد جدید اضافہ جات کا سراغ لگایا ہے ۔اگرچہ ان میں سے بعض تو وہی ہیں کہ جو احقر نے **الدر الثمین** کے قدیم ایڈیشن میں شامل کیے تھے اور بعض وہ بھی ہیں کہ جو اس جدید ایڈیشن میں شامل کرنے کے لیے تلاش کیے گئے تھے، لیکن چونکہ ان کی جانب سے یہ اضافے موصول ہوئے تھے؛ لہٰذا ان کو دیکھ کر احقر نے خود اپنے بعض تلاش کردہ اضافے شامل نہیں کیے، تاکہ کسی بدگمانی کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو اور ان کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے۔ بہرکیف! اب وہ حوالے ہو بہو پیش خدمت ہیں۔

(۵۴) علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ قال رأيت رسول اللّٰه ـ صلى اللّٰه عليه وسلم ـ يعقد التسبيح بيمينه. (الوابل الصيب من الكلم الطيب ص ١٤٣، تحقيق سيد ابراهيم: دار الحديث: ١٤٠ شارع جوهر القائد امام جامعة الأزهر)

(۵۵) ملا علی قاری ہروی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان (ابن عمرو) رضى اللّٰه عنه قال: رأيت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يعقد التسبيح بيمينه. (الحرز الثمين للحصن الحصين ص ٢١٤ ج١، تحقيق محمد اسحاق محمد آل ابراهيم: المملكة العربية السعودية: الرياض)

(۵۶) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما قال: رأیت رسول الله .صلی الله علیه وسلم . یعقد التسبیح:وفی روایة بیمینه. (نتائج الأفكار فی تخریج أحادیث الأذكار ،ص:۸۵،ج:۱، دار ابن كثیر، دمشق ، بیروت)

(۵۷) محمد بن علامہ علی بن آدم الایتوی ابن عمر کی حدیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وفیه استحباب عقدالتسبیح بالید الیمنی.

(ذخیرة العقبی فی شرح المجتبی ، ص: ۳۹۱ ج:۱۵)

اسی جلد کے ص:۳۹۵ پر فرماتے ہیں:

استحباب عقدالتسبیح بالید، اور ص ۴۲۷ پر لکھتے ہیں:

فإنه یدل علی استحباب عقدالتسبیح بالید وقد قدم فی روایة ابی داؤد انه صلی الله علیه وسلم عقدها بیمینه فیستحب عقد التسبیح بالید الیمنی.

(۵۸) مجدی بن عبدالوہاب احمد ابن عمر کی روایت پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وفیه صفة التسبیح وهو أن یكون بالیدالیمنی فقط وبطریقة العقد أی شد الاصبع الی باطن الكف.

(تصحیح شرح حصن المسلم من أذكار الكتاب والسنة: ص۱٤٦)

(۵۹) محمد الفضیل بن الفاطمی الشنبہی الزرھونی لکھتے ہیں:

قال البلالی فی اختصار الاحیاء: یندب عد أوراد الاذكار بالید الیمنی. (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ص۳۳۲ ج۱:مكتبة الرشد الریاض)

(٦٠)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں:

وصح انه ﷺ كان يعقد التسبيح بيمينه: ورد انه قال: واعقدوه بالأنامل فإنهن مسؤلات مستنطقات: وهذا يشمل أنامل كل من اليمين والشمال فإما أن يحمل ليوافق الأول على أنامل اليمين أو ذاك لبيان الأفضل وهذا البيان ما يحصل به أصل السنة بل كمالها إن لم يعرف غيره ويؤيده ماجاء بسند ضعيف عن علي رضى الله عنه مرفوعا: نعم الذكر المسبحة. (فتح الاله فی شرح المشكاة ص١٨٥ ج٤، تحقيق شيخ أحمد فريد المزيدی ،ط:دارالكتب العلمية، بيروت)

(٦١)ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں:

فهذا هو السنة فی عد الذكر المشروع عده انما هو باليد وباليمنى فقط فالعد باليسرى أو باليدين معا وبالحصى كل ذالك خلاف السنة.

(الحرز الثمين ص٢٢٤ ج١)

اسی طرح جامع صحیح الاذکار ص۴۷ پر مذکور ہے۔

نیز ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں:**وقال العلماء ينبغى أن يكون عد التسبيح باليمين.** (الحرز الثمين ص٢١٤ ج١)

(٦٢)علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ لکھتے ہیں:

فاليمين دائما تكون للمكارم ولهذا نعقد التسبيح باليمين.

(منحة الملك الجليل شرح صحيح محمدبن اسماعيل ص:٣٩١،ج:١)

(٦٣)فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم يعدهن بيده.

اس حدیث میں جولفظِ بیدہ ہے اس پر ناصر الدین البانی حاشیہ نمبر(۲)ڈال کر لکھتے ہیں:

يعني: اليمنى كما في رواية لأبي داؤد(١٥٠٢) ومن زعم من المعاصرين الاحداث في هذا العلم انها زيادة مدرجة من شيخ أبي داؤد:محمد بن قدامة فمن جهله اتى ثم هي زيادة مفسرة لرواية (بيده) مناسبة لجلالة ذكر اللّٰه وتسبيحه كما يدل على ذالك قول عائشة رضي اللّٰه عنها " كانت يد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اليمنى لطهوره وطعامه وكانت يده اليسرى لخلائه وما كان من أذى". رواه أبوداؤد بسند صحيح. (صحيح أبى داؤد:٢٦)

ولايشك ذولب ان اليمنى احق بالتسبيح من الطعام وانه لايجوز أن يلحق بـ(ما كان من أذى) وهذا بين لايخفى ان شاء الله وبالجملة فمن سبح باليسرى فقد عصى ومن سبح باليدين معا كما يفعل كثيرون فقد(خلطوا عملا صالحا و آخر سيئا عسى اللّٰه أن يتوب عليهم)

ومن خصه باليمنى فقد اهتدى واصاب سنة المصطفى.

(صحيح الأدب المفرد:٣٣٩،ط:دارالصديق، بيروت لبنان)

(٦٤)علامہ محمد علی بن محمد علان البکری الصدیقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال اهل العلم ينبغى أن يكون عد التسبيح باليمين.

(الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية ص:١٤٥،ج: ١)

اورص:۱۴۸پرفرماتے ہیں:**وفی شرح المشکاۃ لابن حجر وصح انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یعقد التسبیح بیمینه.**

(۶۵)شیخ خالد بن عبدالرحمٰن الجریسی **منتقی الأذکار حصن فی الدنیا وآجر فی الآخرة** ص:۷۹پرفرماتے ہیں:**یسن للمسلم إذا سلم من صلاة الفریضة أن یشرع بالاذکار الآتیة.** چندسطر کے بعد لکھتے ہیں:**(منها الخامسة) ثم یعقد التسبیح بیمینه.**

(۶۶) **والمأثور أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یعقد التسبیح بیده.** (موسوعة أحسن الکلام فی الفتاوی والاحلام ص۵۱۱، مکتبة وهبة ۱۴ شارع الجمهوریة/عابدین/القاهره)

(۶۷)**انه کان یعقدالتسبیح بیمینه.** (المسائل العلمیة والفتاوی الشرعیة ص۱۶۲ حاشیة۲۰۶ دارالضیاء)

(۶۸)سعید بن علی وهف القحطانی فرماتے ہیں:**السنة التی صحت عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هی عقد التسبیح علی الید الیمنی فقط لقول عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعقدالتسبیح. قال ابن قدامة احد رواة الحدیث بیمینه ولقوله عائشة رضی اللّٰه عنها کان رسول اللّٰه یحب التیمن مااستطاع فی شأنه کله فی طهوره وترجله وتنعله.** (اتحاف المسلم بشرح حصن المسلم من أذکار الکتاب والسنة ص۴۴۲:مکتبة الملک الریاض)

(۶۹)علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی فرماتے ہیں:**قوله(ﷺ):"اذا بال احدکم فلا یاخذ ذکره بیمینه" ولهذا نعقدالتسبیح بالیمین کما جاء فی**

حديث أبي داؤد: كان النبى صلى الله عليه وسلم يعقدالتسبيح بيمينه وإن سبح باليمين واليسار فلا حرج لكن السنة أن يكون باليمين. (منحة الملك الجليل شرح صحيح محمد بن اسماعيل ص:٣٩١ ج:١، دار التوحيد، الرياض)

(٧٠) فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں: المسألة الخامسة: عقدالتسبيح هل هو باليمين وحدها أو باليدين جميعا وبناء على ما ذكر فضيلتكم من ألفاظ الحديث يتبين أنها لا تتنافى فإن لفظ اليد مجمل ولفظ اليمين مبين فلفظ اليد صالح لليمين واليسار فإذا بين إنها اليمين فلا اختلاف حتى نلجأ الى الترجيح لانه لايخفى ان الترجيح يعنى الغاء احد اللفظين و فضيلتكم يعرف مافى هذا ولما كان هذااللفظ ورد بالافراد صار المتعين أن يكون بإحدى اليدين إما اليمنى وإما اليسرى ولايحمل على الثنتين الا بدليل لان الاصل أن ما كان بصيغة المفرد فهو فرد ولو كان صلى الله عليه وسلم يعقدالتسبيح بيديه لقالوا: بيديه كما هو المعتاد حين يذكرون مثل ذالك كما رفع اليدين للدعاء. (مجموع فتاوى ورسائل ص:٤١٨ ج:١٣)

(٧١) مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعة سے دوسوال وجواب پیش کیے جاتے ہیں۔

س: صلى بنا احد الشباب وبعدالصلوة صار يسبح بيده اليمنى فقط فاستغرب بعض المصلين وسألوا الشباب عن ذالك فقال إن هذا هى السنة ارجو أن تفيدونا عن صحة ذالك

ج:مافعله الامام هو الصواب فقد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه كان يعقد التسبيح بيمينه ومن سبح باليدين فلاحرج فى ذالک لإطلاق غالب الأحاديث.

س: هل التسبيح والتحميد والتكبير بعد كل فريضة يكون أفضل بأصابع اليداليمنى أو اليدين معا.

ج:الافضل أن يكون ذالک بيده اليمنى لانه ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم كان يعدهن باليمنى ولقول عائشة رضى الله عنها: (ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يعجبه التيمن فى تنعله وترجله وطهوره وفى شأنه كله) ويجوز عقدهن بالأصابع كلها لانها ورد فى بعض الاحاديث مايدل على ذالک عنه عليه الصلاة والسلام وقال:(إنهن مسؤلات مستنطقات) وبذالک يعلم التوسعة فى هذا الامر وأنه لاينبغى فيه التشدد ولاالتنازع . (مجموع فتاوى ومقالات متنوعة ص:١٨٦،١٨٧ ج:١١، دار القاسم الرياض)

(۷۲)الكلم الطيب کے محقق ناصرالدین البانی ص:۱۱۳،۱۱۴ پر فرماتے ہیں:

وفى رواية لأبي داؤد:(يعقد التسبيح بيمينه) واسنادها صحيح عندى وحسنها النووى فى الأذكار لكنه عزاها للنسائى فوهم فإن الذى خرجه النسائى إنما هو الرواية الأولى، وأما أبوداؤد فأخرجهما كلتيهما معا وقال الحافظ فى نتائج الأفكار (ق ١/١٨) حديث حسن رجاله كلهم ثقات الا عطاء بن السائب اخبط، ورواية الأعمش عنه قديمة فإنه من

اقرانه ، قلت: وقد تابعه حماد بن زید باللفظ الأول وهو انما سمع من عطاء قبل الاختلاط: فالسند صحیح قطعا وقد اخرجه ابن حبان فی صحیحه(رقم:٢٣٤٣) **وانما خص الحافظ الروایة الأولی بالکلام لکونها نصا فی التسبیح بالیمنی وإن کانت الأولی لاتخرج عن معانها کما هو ظاهر وعلیه فالتسبیح بالیدین کلتیهما معا خلاف السنة وکیف یلیق بالمسلم أن یسبح بالید التی یستنثر بها ویستنجی بها.**

(۷۳) حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

بعضے لوگ نمازوں کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے تسبیح پڑھتے ہیں، تو کچھ لوگ انہیں منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تسبیح صرف دائیں (سیدھے) ہاتھ سے ہی پڑھنا جائز ہے بائیں (الٹے) ہاتھ سے نہیں ان کی یہ بات غلط ہے صحیح بات یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ دائیں ہاتھ سے پڑھنا مسنون ہے؛ کیونکہ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھتے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اچھے کاموں کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے؛ لہٰذا دائیں ہاتھ سے پڑھنا مسنون و بہتر ہوگا اور بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا جائز ہوگا ناجائز نہیں۔

(المسائل المهمة:۹/۹۷، ناشر جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندبار، مہاراشٹر)

(۷۴) حضرت مفتی سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

اوراد و وظائف کی گنتی کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا افضل ہے۔

(کتاب النوازل:۱۷/۳٤٦)

تسبیحات؛ دائیں ہاتھ پر شمار کرنا مسنون ہے!

اس تعلق سے چند مؤقر اداروں کے فتاویٰ جات

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

ہمارے ایک دوست نے کسی مستند عالم دین کا حوالہ دے کر ہمیں یہ بات بتلائی ہے کہ تسبیحات اور اوراد واذکار اگر ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر شمار کریں تو اس کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال سنت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دایاں ہاتھ ہی استعمال فرماتے تھے، جیسا کہ حضرات محدثین وفقہاء کرام نے اس کی وضاحت اور تصحیح کی ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان عالم دین صاحب کی یہ بات درست ہے؟ ایسا کوئی حوالہ حدیث وفقہ میں ملتا ہے؟

اُمید ہے کہ باوضاحت جواب مرحمت فرمائیں گے۔

فقط والسلام

محمد نوید، علی گڑھی

مقیم شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی

جواب نامہ

آن لائن دارُالافتاء؛ دارالعلوم دیوبند

فتویٰ نمبر:۲۶۳، ۲۶۷۔

دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا مسنون ہے، ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھتے تھے، نیز حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے، لہٰذا دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بہتر ہوگا، تاہم بائیں ہاتھ سے بھی تسبیح پڑھنا ناجائز نہیں ہے۔ **قال النووی: روینا فی سنن أبی داؤد والترمذی وفی سنن النسائی باسناد حسن عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہماقال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح. وفی روایۃ: بیمینہ.** (الأذکار للنووی: ۱/۱۸، تحقیق: عبد القادر الأرنؤوط، ط: دار الفکر، بیروت) **وقال العینی: عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح. قال ابن قدامۃ: بیمینہ.** (شرح أبی داؤد للعینی:۵/۴۱۳، کتاب الصلاۃ، باب التسبیح بالحصی، ط:مکتبۃ الرشد، الریاض) **و عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: کانت ید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیمنی لطھورہ و طعامہ، وکانت ید الیسری لخلائہ وما کان من الأذی.** (ابوداؤد، ص:۵، ط: مکتبہ بلال، دیوبند)۔

واللّٰہ تعالی أعلم

دارالافتاء، دارالعلوم، دیوبند

تاریخ اشاعت: ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

دارُالافتاء: مدرسہ مظاہر علوم وقف رسہارنپور کا فتویٰ نمبر (۱)

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

ایک عالم دین جو کہ دیوبند سے فاضل ہے، بڑی سختی سے کہتے ہیں کہ تسبیح فاطمی آپ ﷺ سے صرف داہنے ہاتھ پر پڑھنا ثابت ہے، اگر کوئی بائیں ہاتھ پر بھی پڑھے گا تو سنت کے خلاف عمل ہوگا، کیا ان کی یہ بات از روئے شرع درست ہے؟

السائل: محمد ناصر، کمیلہ کالونی، سہارنپور، یوپی

۹/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

حامدا ومصليا ومسلما. الجواب بعون الملک الوهاب :

وصح انه ﷺ كان يعقد التسبيح بيمينه وورد أنه قال واعقدوه بالأنامل فانهن مسئولات مستنطقات. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۳۱۶) مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ تسبیحات دائیں ہاتھ پر پڑھتے تھے، اس لئے سنت یہی ہے کہ دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھی جائے، اس بارے میں رسالہ عقد انامل کا مطالعہ کرلیا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

عبدالحسیب، دارالافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۴۳۹/۱/۱۳ھ

الجواب صواب: محمود عفی عنہ

۱۴۳۹/۱/۱۴ھ

اصل فتوے کا عکس

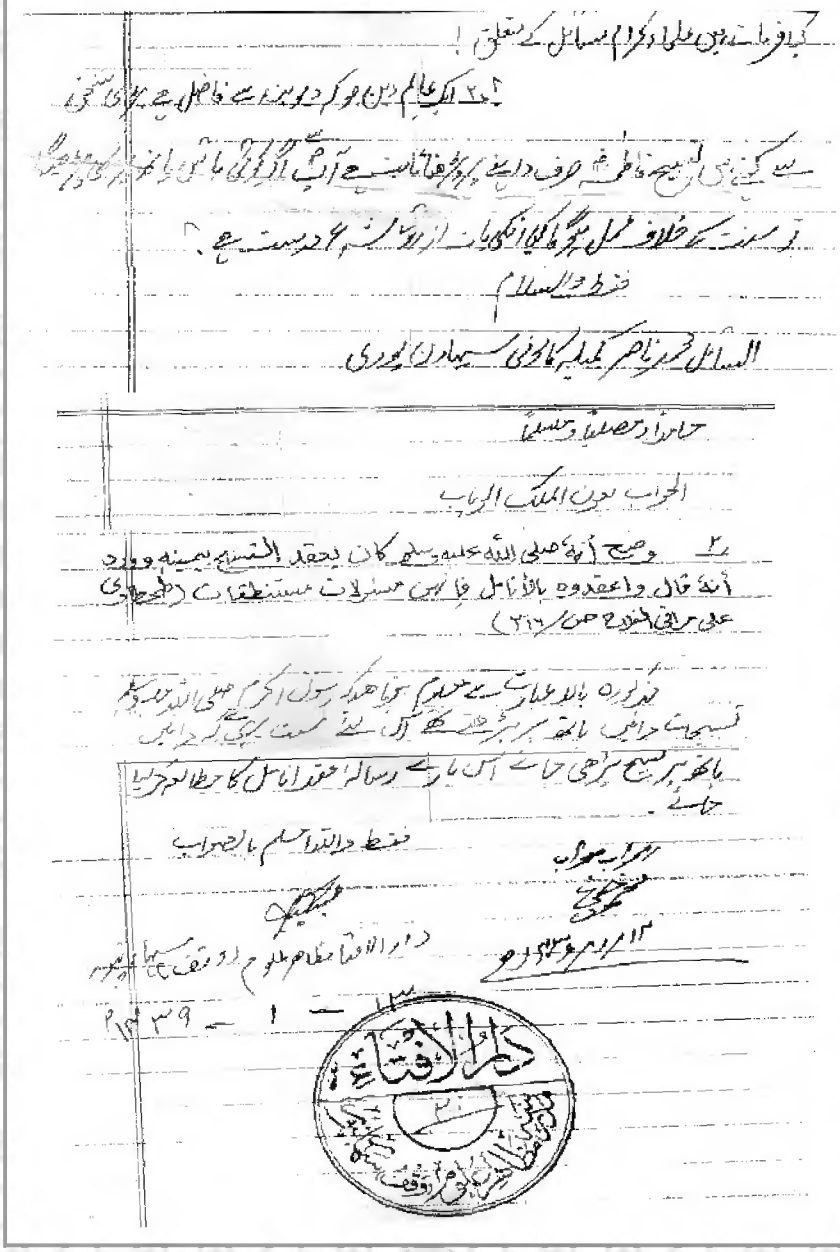

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسائل کے متعلق!

۱۔ ایک عالم دین جو کہ دو بیٹے سے فاضل ہے ہر نماز کے بعد تسبیح سے کچھ ہی تسبیح فاطمہ صرف دائیں ہاتھ پر پڑھتا ہے آپ سے اگر کوئی ماتھی یا ساتھی اعتراض کرے تو سنت کے خلاف عمل ہوگا کیا انکی بات از روئے شرع درست ہے؟

فقط والسلام

السائل محمد ناصر کلیر کلاں سیالوی

حامداً ومصلیاً وسلماً

الجواب بعون الملک الوہاب

۲۔ وصح أنہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعقد التسبیح بیمینہ وورد أنہ قال واعقدوہ بالأنامل فإنہن مسئولات مستنطقات (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۶)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تسبیحات دائیں ہاتھ پر پڑھتے تھے آپ نے سنت پہنچ گئی کہ دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھی جائے آپ کے بارے رسالہ عقد انامل کا مطالعہ کر لیا جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

دار الافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۳۹ — ۱ — ۱۳

دارُالافتاء: مظاہر علوم وقف رسہارنپور کا فتویٰ نمبر (۲)

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

ہمارے علاقہ میں ایک انتہائی متقی، پارسا، سادہ مزاج، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مستند عالم دین ہیں، انہوں نے ایک موقعہ پر سنتوں کی اہمیت پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: بھائیو! تسبیحات اور اوراد و وظائف پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ صرف دائیں ہاتھ پر پڑھے جائیں، اگرچہ جائز دونوں ہاتھوں پر پڑھنا ہے، مگر سنتِ رسول اللہ دائیں ہاتھ پر پڑھنا ہے، کیا ان کی یہ بات از روئے شریعت درست ہے، تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی، **جزاک اللہ خیرا**.

المستفتی: عبیدالرحمٰن غفرلہ، خادم مسجد گاؤں گمٹی ملک پور، ضلع سہارنپور

حامداومصلیا ومسلما، الجواب بعون الملک الوہاب

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح. قال: بیمینہ. (ابوداؤد، کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصی) وصح انہ ﷺ کان یعقد التسبیح بیمینہ وورد أنہ قال: واعقدوہ بالأنامل فانہن مستولات مستنطقات. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۳۱۶) مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ عالم دین کی مذکورہ بات درست ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب.

عبدالحسیب، دارالافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور　　الجواب صحیح: محمد علی حسن نہٹوری

۱۶/۴/۱۴۳۹ھ　　۶/ربیع ۲/۱۴۳۹ھ

اصل فتوے کا عکس

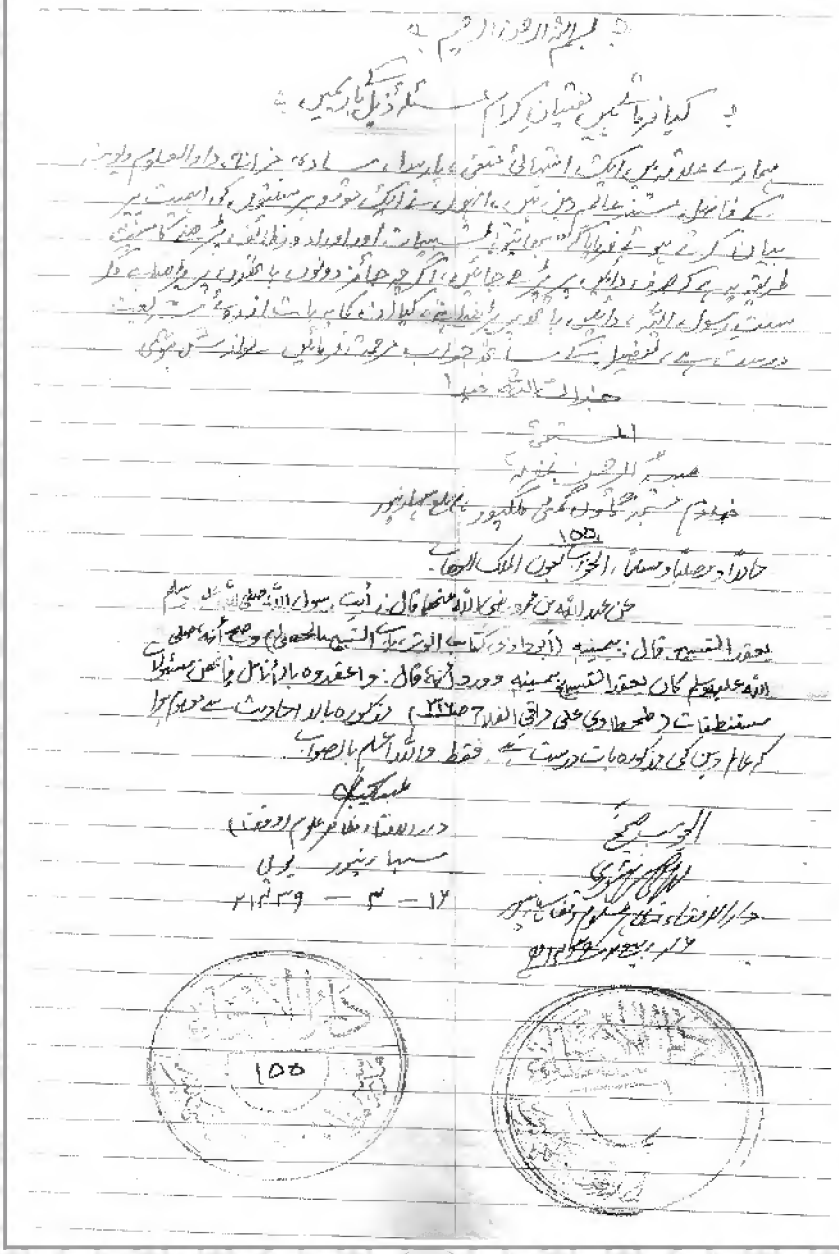

دارُالافتاء: مظاہر علوم وقف رسہارنپور
کا
جدید فتویٰ نمبر (۳)

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

احادیث وفقہ کی مستند کتب سے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ تسبیحات اوراوراد واذکار شمار کرنے کے لیے کون سا ہاتھ متعین ہے، تو سارے ثبوت ودلائل صرف دائیں ہاتھ کے حق میں پائے جاتے ہیں، لیکن جب دور حاضر کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جائے تو اکثر دارالافتاؤں کے فتاویٰ میں یہ بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے پڑھنا بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر بائیں ہاتھ سے تسبیحات اوراوراد واذکار شمار کرنے کے دلائل ومستدلات کہیں کسی مستند کتاب میں موجود ہوں یا کم از کم ان کا ادنی اشارہ بھی ہو تو برائے مہربانی اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

نیز بہت سے ائمہ کرام اور مقتدی حضرات نمازوں کے بعد دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر بائیں ہاتھ سے یَا قَوِیُّ وغیرہ شمار کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے، آیا یہ صورت حال شرعاً درست ہے، امید ہے کہ باوضاحت جواب عنایت فرمائیں گے۔ **جزاکم اللہ خیرا کثیرا**

فقط والسلام

محمد نعمان

شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی، انڈیا

جواب نامه

حامدا ومصليا ومسلما.

الجواب بعون الملک الوهاب :

وصح ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کا ن یعقد التسبیح بیمینه وورد انه قال واعقدوه بالانامل فانهن مسؤلات مستنقطات ،وجاء بسند ضعیف عن علی مرفوعا نعم المذکر السبحة ،قال ابن حجر والروایات بالتسبیح بالنوی والحصا کثیرة عن الصحابة وبعض امهات المؤمنین بل راها صلی اللّٰہ علیه وسلم واقرها ،وعقد التسبیح بالانامل افضل من السبحة وقیل ان امن من الغلط فهو اولی والافهی اولی کذا فی شرح المشکاة .(حاشیة الطحطاوی علی المراقی ، ص۱۷۲ قدیم)

وفی الشامیة بحثا ،والظاهر ان خلاف الاولی اعم فکل مکروه تنزیها خلاف الاولی ولاعکس لان خلاف الاولی قد لایکون مکروها حیث لا دلیل خاص کترک صلاة الضحی وبه یظهر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف الاولی لایلزم منه ان یکون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل واللّٰہ تعالی اعلم (باب مکروهات الصلوة ،ص ٤٣٩)

(وفی الشامیة ایضا تحت قول الدر ومستحبه التیامن) ای البداء ة بالیمین لما فی کتب الستة کان علیه الصلوة والسلام یحب التیامن فی کل شیء حتی فی طهوره وتنعله وترجله وشانه کله.(مستحبات الوضوء، ص ٨٤ ج ١ مطبوعه قدیم)

مذکورہ بالا عبارت سے صورت مسئولہ کا حکم معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ہر بہتر چیز میں یمین کو پسند فرمایا ہے اسی طرح یمین تسبیح میں بھی پسند فرمایا اور اختیار فرمایا ہے اب اگر اس کے خلاف بائیں ہاتھ کے استعمال کو منع فرمایا ہو تو جواز مع الکراہۃ ہوگا ،اور اگر منع نہ فرمایا ہو تو جواز بلا کراہت ہوگا جیسا کہ شامی باب مکروہات الصلوۃ ص ۴۳۹ ج ۱ کی عبارت سے ظاہر ہے ،اور تسبیح

بالیسری کی ممانعت کی حدیث ہے نہیں کہ کراہت کا حکم ہو، اسی لئے فتاویٰ میں تسبیح بالیسری کے جواز کا حکم تحریر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھنے کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تسبیح پڑھنے والوں کے حق میں گواہی دیں گی، اور عرب میں ہاتھ پر شمار کیلئے ایک خاص طریقہ رائج تھا جس کو عقد انامل سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ننا وے تک دائیں ہاتھ پر ہے، جس پر تسبیح فاطمی پوری ہوجاتی ہے، اس کے بعد سیکڑہ سے نو (۹) ہزار تک بائیں ہاتھ پر ہے اور دس ہزار کیلئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بشکل الف کھڑا کردینا ہے جس کی تفصیل غیاث اللغات میں اور رسالہ عقد انامل میں موجود ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ اصل شمار میں دائیں ہاتھ کا دخل ہے، کیونکہ اکائیاں اور دہائیاں ملکر سیکڑہ بنتا ہے اور سیکڑے سے ہزار بنتا ہے، اگر عرب کے رائج طریقہ کے مطابق اعداد شمار مشکل ہو تو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پندرہ پوروں پر شمار کا حساب رکھتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلی پر تسبیح پڑھنے کی فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے، اور اگر اوراد ووظائف میں سبحہ (تسبیح) کا استعمال ہو جس کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے ہے تو دائیں ہاتھ سے تسبیح کے دانوں کا شمار آسان ہے ہی۔

(۲) دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر **یا قوی** کا شمار دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے دبانے سے ممکن ہے، اور بائیں ہاتھ سے شمار کا جواز سوال نمبر ایک کے جواب سے معلوم ہو چکا، اور مذکورہ طور پر **یا قوی** کے پڑھنے کے بارہ میں بطور علاج ورقیہ کے بہشتی زیور ص ۴۸ جلد نہم میں لکھا ہے کہ دماغ کی کمزوری دور کرنے کیلئے پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یا قوی پڑھو، اور یا قوی اسماء حسنی میں سے ہے جس کے ذریعہ علاج ورقیہ جائز ہے، **ولا باس بالمعاذات اذا کتب فیه القرآن او اسماء الله تعالی قالوا وانما تکره العوذة اذا کانت بغیر لسان العرب ولایدری ما هو ولعله یدخله سحرا وکفرا اوغیر ذالک واما ماکان من القرآن او شیء من الدعوات فلا باس به وعن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یعوذ نفسه قال رضی الله عنه وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار.** (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی النظر والمس، ص ۴۴۳ ج ۹)

وفی صحیح البخاری عن عائشة رضی اللّٰہ عنها ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان اذا اخذ مضجعه نفث فی یدیه وقرأ المعوذات ومسح بهما جسده (رقم ٦٣١٩) **وعن انس بن مالک، قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا قضی صلوته مسح جبهته بیده الیمنی ثم قال نشهد ان لا اله الا اللّٰہ الرحمن الرحیم ،اللّٰهم اذهب بالهم والحزن.** (عمل الیوم واللیلة باب مایقول فی دبر صلاة الصبح ص ٥٢) **فقط واللّٰہ اعلم بالصواب.**

کتبه

عبدالحسیب

دارالافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، یوپی

۲۹/۵/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح

محمد علی حسن نہٹوری

دارالافتاء مظاہر علوم وقف سہارنپور

۳۰/ج۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صواب

بدران سعیدی

دارالافتاء مظاہر علوم وقف سہارنپور

۲۹/۵/۱۴۴۳ھ

اصل فتوے کا عکس

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

۱ احادیث وفقہ کی مستند کتب سے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ تسبیحات اوراد واذکار شمار کرنے کے لئے کون سا ہاتھ متعین ہے، تو سارے ثبوت ودلائل صرف دائیں ہاتھ کے حق میں پائے جاتے ہیں، لیکن جب دور حاضر کے فتاوی کی طرف رجوع کیا جائے تو اکثر دارالافتاؤں کے فتوی میں یہ بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے پڑھنا بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر بائیں ہاتھ سے تسبیحات اور اوراد و اذکار شمار کرنے کے دلائل ومستدلات کہیں کسی مستند کتاب میں موجود ہوں یا کم از کم ان کا ادنی اشارہ بھی ہو تو برائے مہربانی اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

۲ نیز بہت سے ائمہ کرام اور مقتدی حضرات نمازوں کے بعد دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر بائیں ہاتھ سے یا قوسی وغیرہ شمار کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے، آیا صورت حالت شرعاً درست ہے، امید ہے کہ باوضاحت جواب عنایت فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ خیرا کثیرا

فقط والسلام

محمد نعمان

شاہین باغ، اوکھلا نئی دہلی، انڈیا

۲-۹ ع

حامداً ومصلیاً ومسلماً

الجواب بعون الملک الوھاب: وصح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعقد التسبیح بیمینہ وورد انہ قال واعقدوہ بالانامل فانھن مسئولات مستنطقات وجاء بسند ضعیف عن علی مرفوعا نعم الذکر السبحان اللہ بالنھار والرواۃ یاتی بالتسبیح بالنوی والحصا کثیرۃ عن الصحابۃ وبعض امہات المؤمنین بل رآھا صلی اللہ علیہ وسلم واقرھا، وعقد التسبیح بالانامل افضل من السبحۃ وقیل ان اثمن بالخنصر فھو اولی والا فالیمنی اولی کذا فی شرح اللباب

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص۱۷۲ قدیم)

وفی الدرایۃ یختار الطاھر ان خلاف الاولی اسم لکل مکروہ ترجحت خلاف الاولی والعکس لان خلاف الاولی قد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ الضحی ویظھر ان کون ترکہ المستحب راجحا الی خلاف الاولی لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل واللہ تعالی اعلم (باب مکروھات الصلوۃ ص۱۳۵)

وفی الدرایۃ ایضا تحت قول الدر ومستحب الیامن (الی البداءۃ بالیمین لما فی کتب السنۃ کان علیہ الصلوۃ والسلام یحب التیامن فی کل شئ حتی فی طھورہ وتنعلہ وترجلہ وشانہ کلہ (مستحبات الوضوء ص۴۸ ط قدیم)

مذکورہ بالا عبارات سے صورت مسئولہ کا حکم معلوم ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ہر اچھی چیز میں یمین کو پسند فرمایا ہے اسی طرح یمین تسبیح میں بھی پسند فرمایا اور اختیار فرمایا ہے۔ اب اگر اس کے خلاف بائیں ہاتھ سے استعمال کو

سنے فرمایا ہو تو جواز سے الکراھۃ ہوگا، اور اگر سنے نہ فرمایا ہو تو جواز بلا کراھت ہوگا جیسا کہ شامی باب مکروھات الصلوٰۃ صفحہ ۴۳۹ ج ۱ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور تسبیح بالیسری کی حاجت کی حدیث سے نہیں کہ کراھت کا حکم ہو۔ اسی لئے فتاویٰ میں تسبیح بالیسری کے جواز کا حکم مجرد ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھنے کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اللہ شاہد و نگہبان کے یہاں تسبیح پڑھنے والوں کے حق میں گواہی دیں گی، اور عرب میں ہاتھ پر شمار کیلئے ایک خاص طریقہ رائج تھا جس کو مقدر ابا علی سے موسوم کیا جاتا ہے وہ سو کے ننانوے تک دائیں ہاتھ پر ہے، جس پر تسبیح پڑھی پوری ہو جاتی ہے، اس کے بعد سیکڑہ سے نو ہزار تک بائیں ہاتھ پر ہے اور دس ہزار کیلئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بشکل الف کھڑا کر دیتا ہے، جس کی تفصیل غیاث اللغات میں اور رسالہ عقد انامل میں موجود ہے، اور ظاہری بات کو اصل شمار میں دائیں ہاتھ کا دخل ہے کیونکہ انگلیاں اور پوریاں ملکر سیکڑہ بناتے ہیں اور سیکڑے سے ہزار شمار اگر عرب کے رائج طریقہ کے مطابق اعداد شمار مشکل ہو تو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پندرہ پوروں پر شمار رکھتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلی پر تسبیح پڑھنے کی فضیلت حاصل کی جا سکتی ہے، اور اگر اوراد و وظائف میں سبحہ (تسبیح) کا استعمال ہو چکا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے ہے، تو دائیں ہاتھ سے تسبیح کے دانوں کا شمار آسان ہے بھی۔

(۲) دایاں ہاتھ سر پر رکھکر یا قوی کا شمار دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے دبانے سے ممکن ہے، اور بائیں ہاتھ سے شمار کا جواز سوال نمبر ایک کے جواب سے معلوم ہو چکا، اور مذکورہ طور پر یا قوی کے پڑھنے کے بارہ میں بطور علاج و رقیہ کے بہشتی زیور صفحہ ۵۵۰ جلد نہم میں لکھا ہے کہ دماغ کی کمزوری دور کرنے کیلئے پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھکر یا قوی پڑھو۔ اور یا قوی اسماء حسنیٰ میں سے ہے جس کے ذریعہ علاج و رقیہ جائز ہے۔ وللہ اعلم بالحالات اذ اکثیب فیہ القرآن او سماء اللہ تعالیٰ قالوا وانا تکرہ العوذۃ اذا کانت بغیر لسان العرب ولا یدری ما ھو لعلہ یدخلہ سحر او کفر او نحوہ الف واما ما کان من القرآن او شیء من الدعوات فلا بأس بہ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یعوذ نفسہ فما الذی یمنعہ وعمل الناس الیوم وبہ وردت الآثار (ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ قبیل فصل فی البیع صفحہ ۶۴۳ ج ۹)

وفی صحیح البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ نفث فی یدیہ وقرأ المعوذات ومسح بھما جسدہ (رقم ۶۳۱۹) وعن انس بن مالک، قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی صلوتہ مسح جبھتہ بیدہ الیمنیٰ ثم قال لستغفر اللہ لا الہ الا اللہ الرحمٰن الرحیم، اللھم اذھب بالھم والحزن (عمل الیوم واللیلۃ باب یقول فی دبر صلاۃ الصبح صفحہ ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد شفیع
دار الافتاء مظاہر علوم (وقف)
سہارنپور
۲۹ ر ۵ ر ۱۳۴۳ھ

الجواب صحیح
سعید احمد
دار الافتاء مظاہر علوم
وقف سہارنپور
۲۹ ر ۵ ر ۱۳۴۳ھ

الجواب صحیح
محمد منصور
دار الافتاء مظاہر علوم وقف سہارنپور
۳۰ ر ۵ ر ۱۳۴۳ھ

دار الافتاء ۲۰۹

دارُالافتاء: جامعہ اسلامیہ، ریڑھی تاجپورہ

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

ہمارے ایک دوست نے کسی مستند عالم دین کا حوالہ دے کر ہمیں یہ بات بتلائی ہے کہ تسبیحات اور اورادواذکار اگر ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر شمار کریں تو اس کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال سنت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دایاں ہاتھ ہی استعمال فرماتے تھے، جیسا کہ حضرات محدثین وفقہاء کرام نے اس کی وضاحت اور تصحیح کی ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان عالم دین صاحب کی یہ بات درست ہے؟ ایسا کوئی حوالہ حدیث وفقہ میں ملتا ہے؟ اُمید ہے کہ باوضاحت جواب مرحمت فرمائیں گے۔

فقط والسلام: محمد نوید، علی گڑھی، مقیم شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی

جواب نامہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں ان عالم دین کی بات درست ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

اور کتب فقہ میں بھی یہ مذکور ہے اور بہتر یہی ہے کہ ہر اچھے کام کو دائیں ہاتھ سے کیا جائے۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب. بقلم محمد مزمل دھولا ہیڑی، ۱۳/۷/۴۳ھ

املاہ العبد محمد نعیمی المظاہری، خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ ریڑھی۔ ۱۴/۷/۴۳ھ

اصل فتوے کا عکس

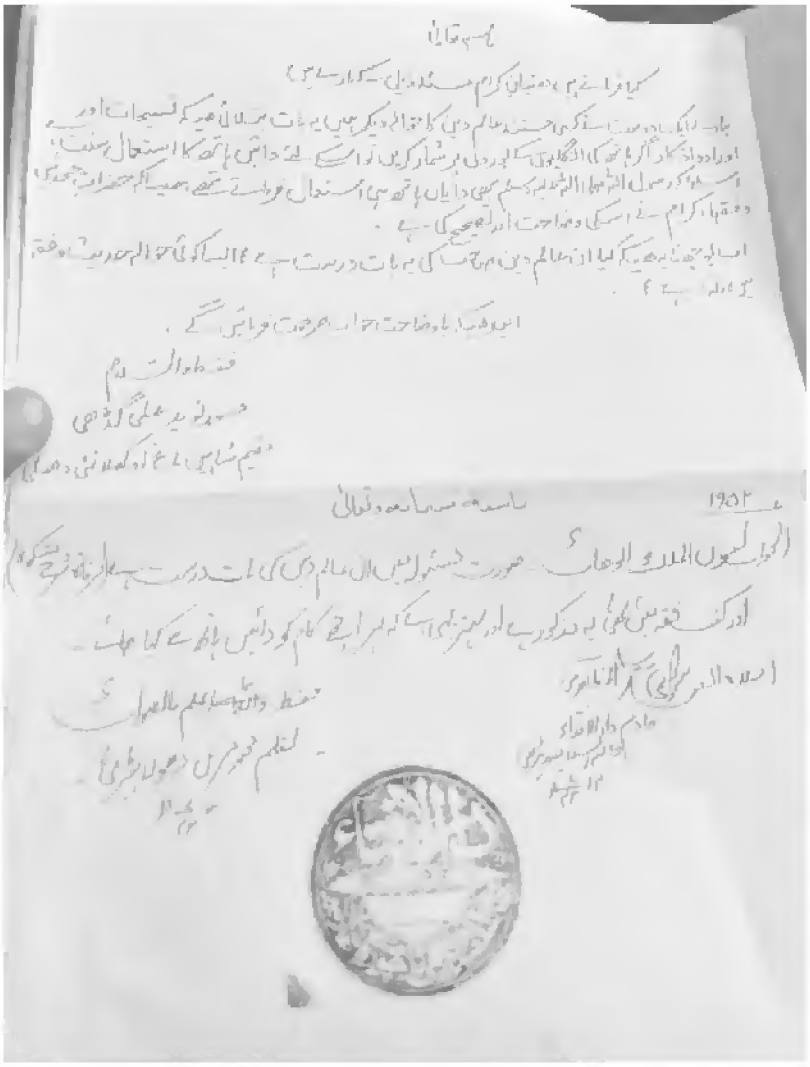

آن لائن دارُالافتاء؛ جامعہ کنز العلوم الہ آباد، یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب باسم الملهم الصواب !دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا مسنون ہے،ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھتے تھے، نیز حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے، لہٰذا دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بہتر ہوگا، تاہم بائیں ہاتھ سے بھی تسبیح پڑھنا ناجائز نہیں ہے۔**قال النووی: روینا فی سنن أبی داؤد والترمذی وفی سنن النسائی باسناد حسن عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح. وفی روایۃ: بیمینہ.** (الأذکار للنووی: ۱/۱۸، تحقیق: عبد القادر الأرنؤوط، ط: دار الفکر، بیروت)**وقال العینی: عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعقد التسبیح.قال ابن قدامۃ:بیمینہ.** (شرح أبی داؤد للعینی:۵/۴۱۳، کتاب الصلاۃ، باب التسبیح بالحصی، ط:مکتبۃ الرشد، الریاض) **وعن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: کانت ید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیمنی لطھورہ و طعامہ، وکانت ید الیسری لخلائہ وما کان من الأذی.** (أبو داؤد، ص: ۵، ط: مکتبہ بلال، دیوبند) فتاویٰ دارالعلوم (۱۰۵/۱۷، ذکر و دعا کا بیان) میں ہے: سوال: بائیں ہاتھ سے تسبیح کا پڑھنا روا ہے یا نہیں؟ الجواب: بہتر داہنا ہاتھ ہے۔ مستفاد از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

طالب دعاء

محمد اسعد المظاہری الہ آبادی عفی عنہ

خادم دارالافتاء والتدریس جامعہ کنز العلوم الہ آباد، یوپی، الہند

دارُالافتاء: جامعہ عربیہ احسن العلوم، گلشن اقبال کراچی

سوال نامہ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

احادیث وفقہ کی مستند کتب سے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ تسبیحات اوراوراد واذکار شمار کرنے کے لیے کون سا ہاتھ متعین ہے، تو سارے ثبوت ودلائل صرف دائیں ہاتھ کے حق میں پائے جاتے ہیں، لیکن جب دور حاضر کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جائے تو اکثر دارالافتاؤں کے فتاویٰ میں یہ بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے پڑھنا بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر بائیں ہاتھ سے تسبیحات اوراوراد واذکار شمار کرنے کے دلائل ومستدلات کہیں کسی مستند کتاب میں موجود ہوں یا کم از کم ان کا ادنی اشارہ بھی ہو تو برائے مہربانی جواباً تحریر فرمائیں۔ **جزاکم اللہ خیرا کثیرا**

السائل: **محمد فاروق**، بمبئی، ہندوستان

جواب نامہ

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ امور خیر میں داہنے طرف کو پسند فرماتے تھے مثلاً کھانے پینے حتی کہ کنگھی وغیرہ میں داہنے کو مقدم رکھتے، اور خلافِ طبیعت اشیاء کے ازالہ میں بائیں کو استعمال فرماتے تھے، صحیح مسلم کی روایت میں ہے: **عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يحب التيمن فى طهوره اذاتطهروفى ترجله اذاترجل وفى انتعاله اذاانتعل.** (ج ۱ ص ۱۳۲) اور دوسری روایت میں ہے: **يحب التيمن فى شانه كله فى تنعله وترجله وطهوره.** (حوالہ بالا)

ان روایات کے تحت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ

جو چیز زینت، کرامت، شرافت کے قبیل سے ہو تو دایاں مقدم جیسا کہ لباس، جوتا، موزہ پہننے میں، دخول مسجد، مسواک، ناخن وغیرہ میں اور جس چیز کا وجود زینت وشرافت نہیں تو وہاں بایاں مقدم ہونا چاہئے، جیسا کہ دخول بیت الخلاء وغیرہ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح نووی علی تحت صحیح لامام مسلم. (ج ا ص ۱۳۲)

فلہٰذا بعد تمہید صورت مسئولہ میں چونکہ بعض روایات مطلق ومجمل ہے اور بعض روایات مبیّن ومفسّر ہے، جو روایات مطلق ہیں وہ محمول ہیں مفسر روایات پر جیسا کہ تیامن والی روایات جو پہلے بیان ہو چکی اور ان روایات پر جن میں بیمینہ کی صراحت ہے، کما فی سنن ابی داؤد باب التسبیح بالحصی، اور اس میں زیادتی ثقہ راوی کی طرف سے ہے تو وہ اہل علم کے ہاں مقبول ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کی صراحت کی ہے: **والزيادة مقبولة والمفسر يقضى على المبهم اذا رواه اهل الثبت** .(ج ۱ ص ۲۰۱)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے: **وصح انه عليه السلام كان يعقد التسبيح بيمينه** .(ج ۲ ص ٤٢)

هكذا في حاشية الطحطاوي. (ص ۱۷۲)

مجموعۃ فتاوی الشیخ العثیمین میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ سنت کا انحصار داہنے طرف پر ہی ہے۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے روایت ثابت ہے اور یہی افضل واکمل ہے، **ان السنة ان تقصر على اليمين، لان هذا هو الذي ورد عن الرسول ﷺ، ولان ذلك افضل واكمل، لان اليمين تقدم في الامور المحمودة واليسرى في الامور الاخرى.** (مجموعة فتاوى الشيخ العثيمين: ۱۳/ ۲٤۳)

حاصل کلام! یہ کلمات مقدسہ ہے اور ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی گنتی دائیں ہاتھ سے کی جائے؛ کیونکہ احادیث وجزئیات فقہ اس کے مؤید ہے، البتہ اعذار مستثنیٰ ہیں اور بائیں ہاتھ سے تسبیح خلاف ادب ہے۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم.**

کتبہ: شاہ زمان عفی عنہ

دارُالافتاء جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال، کراچی

اصل فتوے کا عکس

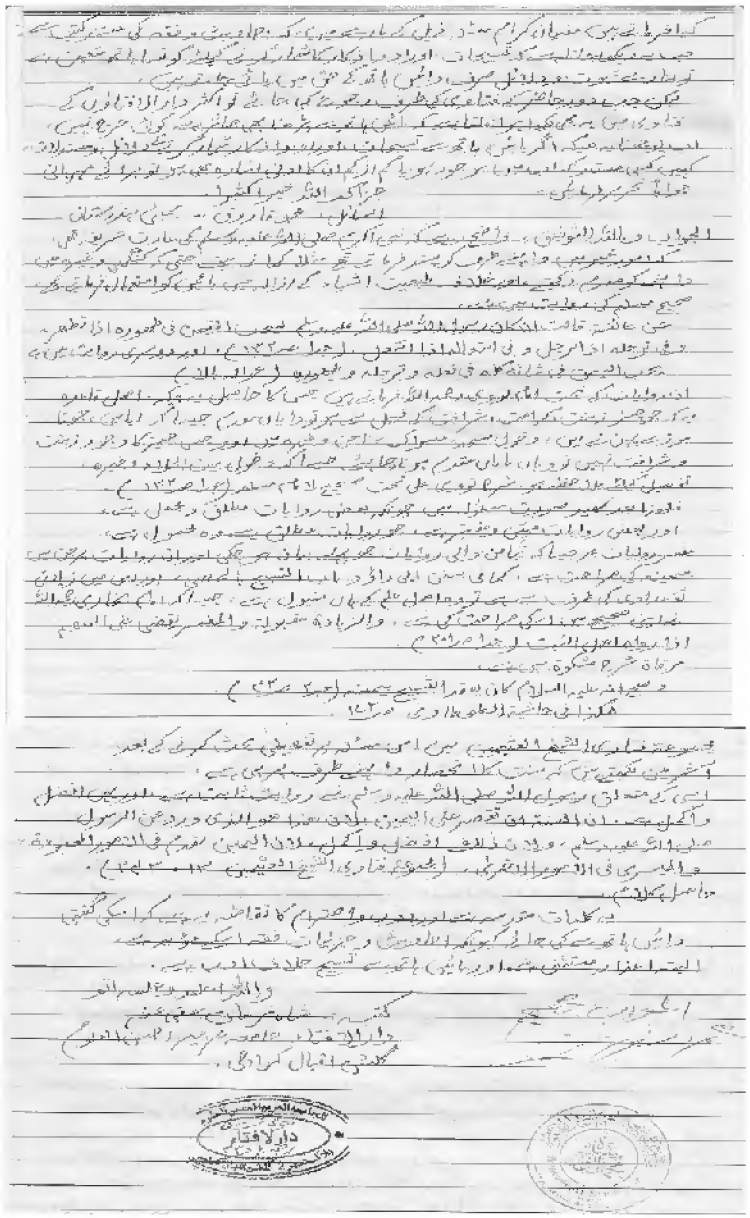

متعدد موقر مدارس دینیہ کے دارالافتاؤں کے یہ بعض وہ فتاویٰ ہیں جو ہمیں سر دست موصول ہوئے، ان کو شامل اشاعت کرلیا گیا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ اس عاجز وفقیر کی اس حقیر سی کوشش کو بھی اپنے لطف وکرم سے قبول فرما کر اُمت کو اس سے منتفع فرمادیجیے، اور اس متروک العمل سنت کے احیا اور اس کی اس پیمانہ پر اشاعت میں معاون بننے، فکرمند رہنے والے تمام ہی احباب؛ بالخصوص ہمارے جگری دوست اور محسن وکرم فرما عزیز القدر جناب بھائی محمد فاروق صاحب احسنی مدظلہ (ممبرا، تھانہ، نزد بمبئی) کو اپنی رضا ورضوان اور غفران سے مالا مال فرمادیجیے، ان کی جملہ حاجاتِ دنیوی واُخروی کی کفالت فرمالیجیے، کہ ان ہی کی بار بار تحریک اور پُر از محبت توجہ واصرار پر یہ جدید ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے۔ **آمین ثم آمین، وماتوفیقی الا باللّٰہ، وھو الموفق والمعین، وبیدہ أزمة التحقیق، والحمدللّٰہ تعالی أوّلا وآخرًا.**

جو طلب میں نے کیا تو نے عنایت سے دیا

تیرے قربان، میرے ناز اٹھانے والے!

العبد الأحقر

محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سہارنپوری

یکے از خدام

جامعہ عربیہ احسن العلوم بڈھا کھیڑہ کاتلہ، سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

۶ر رجب المرجب ۱۴۴۲ھ، مطابق ۱۹ر فروری ۲۰۲۱ء یوم الجمعۃ، بعد العشاء

Designed by
Usman
M. 9358144141

DARUL MUTALA
Naeemia Library, Buddha Khera, Katla
Distt. Saharanpur (U.P) India
Mob. +91-8279366417